ربوہ

ماہنامہ

خالد

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ
جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کارکردگی میں اول آنے والی
مجلس ڈرگ روڈ (کراچی) کو علم انعامی عطا فرما رہے ہیں۔

— ایڈیٹر —
سید عبدالحی شاہد

جنوری ۱۹۷۱ء

حال ھی میں غانا (مغربی افریقه) کی بعض
مجالس خدام الاحمدیه کا ایک اجتماع ھوا۔
محترم نائب صدر مولوی بشارت احمد صاحب
بشیر خدام سے خطاب فرما رھے ھیں -

خدام مخصوص یونیفارم میں تقریر سن رھے ھیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"
(الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
(المصلح الموعودؓ)

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۷	صلح ۱۳۵۰ ہش / جنوری ۱۹۷۱ء	شمارہ ۱

فہرست

(محمد شفیق قیصر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی سے شائع کیا)

اداریہ

"مشعلِ راہ"

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۹۳۸ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی اور پھر اپنی وفات تک پورے ستائیس سال اس کی تنظیم، تربیت اور تہذیب فرماتے رہے حضور کا زرین ارشاد ـــ "قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" ـــ اس تنظیم کی وجہ اساس بنا۔ اور یہی اس تنظیم کا مطمحِ نظر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا کام تکمیلِ اشاعتِ دینِ اسلام ہے اور یہ ایک نسل سے پایۂ تکمیل تک پہنچنا ممکن نہیں، اسلئے ضروری تھا کہ صفِ اوّل کے مجاہدین کی جگہ لینے کے لئے دوسری صف تیار اور مستعد ہو۔ حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھ کر جماعت کی نوجوان نسل کو یہ موقع فراہم فرمایا کہ وہ اپنی فطری صلاحیتوں سے کام لینا سیکھیں ـــ اپنی استعدادوں کو اُجاگر کریں۔ اور اپنا وقت، اپنا مال، اپنی جان دینِ محمدؐ کے بلند اور ارفع مقاصد کے حصول میں قربان کرنے کی تربیت پائیں اور جب براہِ راست اُن پر جماعتی ذمہ داریوں کا بوجھ پڑے تو وہ اُسے اُٹھانے کی پوری اہلیت رکھتے ہوں۔

"مشعلِ راہ" حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ۲۷ سال کے اُن زرّیں ارشادات اور نصائح کا مجموعہ ہے جو حضور نے خدام کے لئے وقتاً فوقتاً فرماتے رہے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے ان شہپاروں کو یکجا شائع کر کے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اب ہر خادم اور ہر عہدیدار کا فرض ہے کہ وہ اس کی اشاعت میں حصہ لے۔ اس کی اشاعت کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے پورے انہماک اور دلچسپی سے اس کا مطالعہ کرے اور پھر اس پر عمل کرے۔ اس کے مطالعہ سے ہماری راہِ عمل اور ہمارا دائرۂ کار متعیّن ہوتا ہے، کارکردگی کے اعلیٰ معیار تک پہنچنے کے راہنما اصول ملتے ہیں، مجلس کے تنظیمی ڈھانچے کو سمجھنے کے لئے تفاصیل ملتی ہیں اور تنظیم کی رُوح کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اور پھر **مشعلِ راہ** مجلس خدام الاحمدیہ کے ارتقاء کی ایک مکمل تاریخی دستاویز ہے۔ ہر سطح کے عہدیداران مجالس کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب کو خریدیں، اس سے استفادہ کر کے اپنی صلاحیتوں کو منوّر کریں اور اپنی تنظیمی استعداد میں اضافہ کریں۔ اسکے الفاظ کو اپنا لائحہ عمل بنائیں اور اسکی رُوح کو اپنا کر اپنی زندگیوں میں جاری کریں۔ تا ہر خادم مثالی خادم، ہر عہدیدار مثالی عہدیدار اور ہر مجلس مثالی مجلس بن سکے ـــ عہدیداران ناخواندہ خدام تک اس مجموعہ کے مندرجات درساً درساً پہنچائیں اور تعلیم یافتہ خدام کو توجہ دلائیں کہ وہ خود اس کا مطالعہ کریں ✦

سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ کے دوسرے روز مورخہ ۲۷؍ دسمبر ۱۹۷۰ء کو ۴۹-۱۳۴۸ہش مطابق ۷۰-۱۹۶۹ء میں کارکردگی اور مستعدی کے لحاظ سے اوّل آنے والی مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ (کراچی) کو عَلَمِ انعامی عطا فرمایا اور مجلس لائلپور اور کراچی کو علی الترتیب دوم اور سوم قرار دیئے جانے کی بناء پر سنداتِ خوشنودی عطا فرمائیں۔

ادارہ خالد ان مجالس کے قائدین، زعماء، ناظمین اور جملہ خدام کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ سال آپ کو زیادہ مستعدی سے کام کرنے کی توفیق دے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے لائحہ عمل کے تمام شعبوں میں ہمہ گیر مستعدی اور بہتر کارکردگی کے لحاظ سے پہلی پندرہ مجالس کا نتیجہ پیشِ خدمت ہے۔ یہ تمام مجالس مبارکباد کی مستحق ہیں۔

یہ نتیجہ اس لئے دیا جا رہا ہے، تاکہ مجالس میں مسابقت کی رُوح بیدار ہو۔ اور ہر مجلس کوشش کرے کہ آئندہ سال عَلَمِ انعامی حاصل کرنے کی سعادت اُسے ہی حاصل ہو۔

نمبر شمار	نام مجلس	نمبر حاصل کردہ
۱	ڈرگ روڈ	۶۶۲
۲	لائل پور	۶۰۴
۳	کراچی	۵۷۹
۴	گنج مغلپورہ	۵۷۸
۵	سرگودھا	۵۷۰
۶	خوشاب	۵۲۱
۷	ترگڑی	۴۸۹
۸	نورنگر فارم	۴۶۹
۹	شیخوپورہ	۴۳۱
۱۰	راولپنڈی	۳۹۳
۱۱	رحیم یار خان	۳۸۵
۱۲	حیدرآباد	۳۶۸
۱۳	سیالکوٹ	۳۵۵
۱۴	کوٹ مومن	۳۲۸
۱۵	پنڈی بھاگو	۳۱۲

بشیر احمد شمس
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

اجلاس
قائدینِ اضلاع وعلاقہ
بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۷۰ء

جلسہ سالانہ کے دوسرے دن مؤرخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کو دفتر مرکزیہ میں مکرم و محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی صدارت میں قائدین اضلاع وعلاقہ جات کا اجلاس منعقد ہوا۔ قائدین اضلاع وعلاقہ جات کے علاوہ اجلاس میں مجالس لاہور، کراچی، لائل پور، راولپنڈی، سرگودھا، ڈرگ روڈ کے قائدین نے بھی شرکت فرمائی۔ اجلاس میں تمام قائدین یا ان کے نمائندگان شریک ہوئے۔

اس طویل اجلاس میں مہتمم صاحب مال، مہتمم صاحب اطفال اور معتمد صاحب مجلس مرکزیہ نے اپنے اپنے شعبہ کے متعلق ہدایات دیں۔ آخر میں محترم صدر صاحب نے ہر شعبہ کے متعلق اپنی قیمتی نصائح اور ہدایات سے نوازا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

۱۔ اعتماد

۱۔ قائدین اضلاع اس بات کی نگرانی کریں کہ اُن کے ضلع کی ہر مجلس ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ اپنی رپورٹ کارگزاری مرکز میں ارسال کرے۔

۲۔ جن مجالس کے قائدین نے ابھی تک اپنی عاملہ تجویز نہیں کی وہ جلد تجویز کر کے صدر محترم سے منظوری حاصل کر لیں۔

۳۔ شوریٰ کے فیصلہ کی روشنی میں یہ بات واضح کی گئی کہ تین سال بعد شہری مجالس کے عہدیداران کے تقرر کے لئے کم از کم معیار ترجمہ قرآن کریم جاننا ہوگا۔ اسلئے قائدین اس طرف فوری توجہ کریں۔ اور دیہاتی مجالس کے عہدیداران کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ قرآن کریم ناظرہ مکمل طور پر جانتے ہوں۔

۴۔ قائدین اضلاع اندرونِ ضلع دورہ جات کریں۔

۵۔ مرکزی نمائندگان کے دورہ جات اندرونِ ضلع حلقہ جات بنا کر کروائے جائیں۔

۶۔ ماہانہ اجلاس۔ قومی ترقی اتحادِ خیال اور اتحادِ عمل کے بغیر ممکن نہیں۔ ماہانہ اجلاس اتحادِ خیال پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ان اجلاسوں میں خدام کی حاضری جتنی زیادہ

ہوگی اتنا ہی اتحادِ خیال کا دائرہ وسیع ہوگا۔

۷۔ سالانہ اجتماع۔ سابقہ سالوں کی نسبت گزشتہ سال سالانہ اجتماع پر مجالس کی نمائندگی میں غیر معمولی اضافہ ہوا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر مجلس کی نمائندگی کوشش کرنے سے ہو سکتی ہے اسلئے قائدین کوشش کریں کہ امسال اجتماع پر اُن کے ضلع کی ہر مجلس کی نمائندگی ضرور ہو۔

۲۔ تجنید

۱۔ قائدین اضلاع کوشش کریں کہ جہاں جہاں جماعتیں قائم ہیں وہاں خدام الاحمدیہ کی مجالس کا قیام بھی عمل میں لایا جائے۔

۳۔ مال

ملکی انتخابات کی وجہ سے وصولی چندہ جات بہت کم ہوئی ہے۔ جنوری میں اس کی طرف فوری توجہ کی جائے اور نومبر، دسمبر، جنوری کا چندہ جنوری میں وصول کر کے بھجوایا جائے۔

۴۔ وقارِ عمل

قائدینِ اضلاع اپنے ضلع میں کم از کم دو مثالی وقارِ عمل کروائیں جس میں مندرجہ ذیل باتوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

(۱) کام کی تعیین (۲) وقت کی تعیین (۳) جگہ کی تعیین۔ (۴) جس جگہ وقارِ عمل ہونا ہو اس پر نشان لگائیں (۵) وقارِ عمل کرنے کے سامان کا انتظام کیا جائے (۶) خدام و اطفال کو بروقت اطلاع کریں (۷) انصار کو بھی شمولیت کی دعوت دی جائے۔

۵۔ تعلیم

۱۔ مرکزی سالانہ امتحانات میں امسال کم از کم چار ہزار خدام شامل ہوں جس کی ضلع وار تقسیم کر دی جائے گی۔ جو خدام گزشتہ سال کسی امتحان میں شریک نہیں ہوئے اِس دفعہ مبتدی کے امتحان میں شامل ہوں۔ اور جو مبتدی میں شامل ہوتے تھے وہ اس سے اگلے امتحان یعنی متقدم میں شامل ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

۲۔ مرکزی تربیتی کلاس انشاء اللہ تعالیٰ میٹرک کے امتحان کے بعد ماہ مئی ۱۹۷۱ء میں منعقد کی جائے گی۔ ہر مجلس سے کم از کم ایک نمائندہ اِس کلاس میں شریک ہو۔

۳۔ قائدین خود بھی کوشش کریں اور دوسرے خدام کو بھی توجہ دلائیں کہ وہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خرید کر پڑھیں۔

۶۔ اصلاح و ارشاد

ہم بنیادی طور پر دو کاموں کے ذمہ وار ہیں۔ اندرونِ جماعت اپنی، اپنے عزیزوں کی، اپنے دوستوں کی اور جماعت کے افراد کی صحیح اسلامی رنگ میں تربیت۔ ایسی تربیت جس کے نتیجہ میں ہم سب کی خداداد صلاحیتیں اور قوتیں نہ تو عدمِ استعمال

سے ضائع ہو جائیں اور نہ ہی غلط راستوں
پر خرچ ہوں بلکہ ایسے راستوں پر خرچ ہوں
جو خدا تعالیٰ کی رضا کے راستے ہیں۔ مثلاً
اگر مال ہے تو یہ نہ ہو کہ وہ جمع پڑا رہے اور
کسی مصرف میں نہ آئے یا عیاشی میں خرچ
ہو یا فضول خرچ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے
بندوں کی خدمت پر خرچ ہو۔ خدا تعالیٰ
کے دین کی اشاعت پر خرچ ہو۔ اسی طرح
وقت کی دولت ہے۔ یہ نہ ہو کہ بیکار نکمے
بیٹھے رہیں۔ یہ نہ ہو کہ گپ بازی، سگریٹ نوشی،
سینما بینی وغیرہ امور میں وقت صرف ہو بلکہ
ذکر الٰہی میں تعمیری سوچ بچار میں، اپنا علم بڑھانے
میں خرچ ہو۔ نیز اس سوچ میں خرچ ہو کہ مخلوقِ
خدا کو کس کس طرح فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔
اپنی روزی کو حلال ذرائع سے کمانے میں خرچ
ہو۔ اپنے بچوں کی تربیت میں، والدین کی
خدمت میں، محلہ والوں کی بہبود کی کوشش
وغیرہ میں خرچ ہو۔ اسی طرح علم کی دولت ہے
جسے ایسے رنگ میں استعمال کیا جائے کہ اس سے
خود کو بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ
حاصل ہو۔ علم کے ساتھ عمل کا ہونا نہایت
ضروری ہے۔ عمل علمی صلاحیتوں کو صیقل اور
تیز کرتا ہے اور عمل سے علم حاصل کرنے کی
صلاحیت بڑھتی ہے اور علم کے نتیجہ میں عمل
کی صلاحیت بڑھنی چاہیئے ہمارا دوسرا کام
یہ ہے کہ ہم جماعت سے باہر کے لوگوں کی فکر
کریں۔ انہیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام
کے موقف سے آگاہ کریں۔ اس سلسلہ میں کوشش
کی جائے کہ جماعت کے مربیان کو بلا کر لیکچرز
دلوانے کے مواقع پیدا کئے جائیں جن میں
غیر از جماعت احباب کو بھی دعوت دی
جائے۔ مرکزِ سلسلہ میں لوگوں کو لائیں تعلقات
کا دائرہ وسیع کریں۔ ہر خادم کم از کم پانچ
نئے دوست بنا کر انہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ سے
متعارف کرائے۔

۷۔ تحریک جدید

کوشش کی جائے کہ ہر خادم تحریک جدید کے
مالی جہاد میں ضرور شریک ہو۔ اسی طرح وقفِ
زندگی کی تحریک کو بھی متعارف کیا جائے۔
خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے خطبات و
تقاریر کا مجموعہ جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے خدام الاحمدیہ کے متعلق فرمائے مشعلِ راہ کے
نام سے شائع ہوا ہے اجلاس میں اسکے متعلق قائدین سے
مشورہ کیا گیا۔ اسکی افادیت کے پیش نظر حقہ رسدی کوٹا
مقرر کیا گیا۔ ساڑھے ۹ بجے رات یہ اجلاس دعا پر ختم ہوا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسکے نیک نتائج پیدا فرمائے۔

والسلام

خاکسار
بشیر احمد شمس
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

جلسہ سالانہ پر غیر ملکی معزز مہمانوں کے اعزاز میں

دعوتِ استقبالیہ اور عالمگیر زبانوں کا دلچسپ اجلاس

(پروفیسر منور شمیم صاحب قائم مقام مہتمم تحریک جدید و محاسب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۷۰ء شام ساڑھے چار بجے شعبہ تحریک جدید مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی جانب سے جلسہ سالانہ کے بابرکت موقع پر مرکز احمدیت میں تشریف لانے والے غیر ملکی معزز مہمانوں کے اعزاز میں ایک دعوتِ استقبالیہ اور عالمگیر زبانوں کے اجلاس کا اہتمام کیا گیا۔ دعوتِ استقبالیہ میں ایک صد کے لگ بھگ احباب شریک ہوئے۔ صدارت مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے فرمائی۔ مکرم سیوطی عزیز صاحب آف انڈونیشیا کی تلاوتِ کلامِ پاک سے تقریب کا آغاز ہوا۔ بعدہٗ خاکسار نے معزز مہمانوں کی خدمت میں استقبالیہ ایڈریس پیش کیا جس میں غیر ممالک سے تشریف لانے والے خوش قسمت احباب کو گرمجوشی سے خوش آمدید کہا گیا اور دور و نزدیک کے ممالک سے ان کی آمد اور مرکز احمدیت میں ان کی موجودگی خدا تعالیٰ کی خوشخبریوں کی صداقت کی دلیل قرار دیا۔

ایڈریس میں دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہر نئے سال پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں ہمارے غیر ممالک میں بسنے والے روحانی بھائیوں کو مرکز میں آنے اور روحانی فیوض و برکات میں حصہ پانے کا بڑھ چڑھ کر موقع عطا فرماتا رہے، آمین۔ اور جلد از جلد احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے زندگی بخش پیغام سے دنیا کے کناروں تک بسنے والی پیاسی روحوں کو حقیقی تسکین کے سامان میسر آویں۔

استقبالیہ ایڈریس کے بعد غیر ملکی حضرات کی نمائندگی کرتے ہوئے جرمنی سے تشریف لانیوالے ہمارے نومسلم بھائی مکرم ڈاکٹر عبد الہادی صاحب کیوسی نے مختصر تقریر فرمائی۔ واضح رہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے اسپرانٹو زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور پہلے یورپین مسلمان ہیں جو قرآن کریم کو حفظ کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ محترم کیوسی صاحب نے تشہد و سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ وہ مرکز احمدیت ربوہ میں آکر فیض حاصل کرنے کے قابل ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہاں جس اخلاص، محبت اور گرمجوشی کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا اور جو روحانی

حاصل ہوئے ان کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اسپرانٹو
زبان میں اپنے ترجمہ قرآن پاک کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے
کہا کہ صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ اہم اور نازک کام انجام پذیر
ہوا اور اسکے صلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے اتنے بے شمار
فیوض و برکات نصیب ہوئے کہ انکا شمار میرے لئے
ممکن نہیں۔ دوران تقریر آپ نے کہا کہ اسپرانٹو زبان
بولنے والوں کی تعداد دو کروڑ سے زائد ہے اور ان
لوگوں کو اسلام اور احمدیت سے متعارف کرانے
کے لئے ہمارے مبلغین کے سامنے کام کرنے کا بہت
وسیع میدان ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر آپ نے
بتایا کہ وہ اسپرانٹو اور عربی کی حامل ایک گرامر اور
لغت تیار کر رہے ہیں تا کہ اہل عرب (اہل اسلام) اور
اسپرانٹو بولنے والی اقوام کے درمیان لسانی روابط
پیدا ہوں اور اسلام کی تبلیغ کے لئے راستے کھلیں۔
نیز آپ نے کہا کہ ایک دوسری کتاب تحریر کرنے کا ارادہ
رکھتا ہوں جو اسلام سے تعارف، آنحضرت صلعم کی
حیات طیبہ اور مجموعہ احادیث پر مشتمل ہو گی۔ یہ سب کام
اسپرانٹو زبان میں ہوں گے۔ آخر میں آپ نے سب
بھائیوں سے درخواست کی کہ وہ خدا تعالیٰ کے
حضور اپنی عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ ان کی مدد کریں کہ
اللہ تعالیٰ ان کے ان ارادوں میں برکت ڈالے اور
سب کام بخیر و خوبی انجام پائیں۔

محترم ڈاکٹر کیوسی صاحب کی تقریر کے بعد
محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس مرکزیہ نے
اپنے خطاب میں اس امر پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور
فرمایا کہ آج کی اس عالمی نمائندگی کی حامل تقریب میں غیر ملکی
حضرات کی موجودگی ہم سب کو اور خاص طور پر احمدی
نوجوانوں کو تبلیغ و اشاعت اسلام کے بنیادی فریضہ
کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہ بین الاقوامی اجتماع ہمیں
بین الاقوامی ذمہ داریوں کی طرف پکارتا ہے کہ ہم اپنی
زندگیاں وقف کریں اور تبلیغ اسلام کے جہاد میں
شریک ہو کر زیادہ سے زیادہ اقوام تک اسلام کا
زندگی بخش پیغام پہنچائیں۔ آخر میں صدر محترم نے تمام
غیر ملکی حضرات اور خاص طور پر جناب ڈاکٹر کیوسی صاحب
اور جناب ابوبکر صاحب آف نائیجیریا کا شکریہ ادا
کیا کہ انہوں نے اس تقریب میں شرکت فرمائی۔ اسکے
بعد سب مہمانوں کی چائے سے تواضع کی گئی۔ گروپ فوٹو
ہوئی اور دعا کے بعد یہ نہایت شائستہ تقریب جس کی
ساری کارروائی انگریزی میں ہوئی بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔

غیر ملکی زبانوں کا اجلاس

رات سات بجے مسجد مبارک میں عالمگیر زبانوں کا
دلچسپ اجلاس صدر مجلس مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب
کی صدارت میں منعقد ہوا۔ تلاوت کلام پاک مکرم
سیفی ظفر احمد صاحب نے کی۔ اسکے بعد مکرم صالح محمد صاحب
نے حضرت مسیح موعودؑ کا منظوم عربی کلام خوش الحانی
سے پڑھ کر سنایا۔ بعدہٗ مکرم صدر صاحب نے اپنی
صدارتی تقریر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف
الہامات اور پیشگوئیوں جن میں حضرت مسیح موعودؑ کی
تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچانے اور عزت کے
ساتھ شہرت دینے، بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں

تقریر و گفتگو کے آداب از روئے قرآن کریم

(مکرم عبد العزیز صاحب صادق مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ مشرقی پاکستان)

(۲)

تیسرا اصل ــــ عدل و انصاف

قرآن کریم میں خاص تاکید ہے کہ انسان کا ہر قول و کلام اور فعل و عمل خالص عدل و انصاف پر مبنی ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی۔

(سورۃ انعام آیت ۱۵۳)

کہ جب تم کوئی بات کہو تو گو وہ شخص (جس کے متعلق بات کہی گئی ہو) قریبی ہی کیوں نہ ہو۔

عدل و انصاف کے حسن و خوبی، کشش و جاذبیت اور اس کے غیر معمولی مثبت اثرات مسلّمہ شئے ہیں۔ عدل و انصاف خالق حقیقی کی نظر میں بھی پسندیدہ اور مخلوق کی نظر میں بھی حد درجہ مستحسن ہے۔ دراصل عدل و انصاف بھی قوموں کی ترقی و تنزل کے معاملہ میں بڑا بھاری دخل رکھتا ہے ــــ کامل الانسان افصح البیان حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی اقوام کی ہلاکت کی بڑی وجوہات میں سے یہ وجہ بھی تھی کہ وہ عدل و انصاف سے کام نہیں لیتی تھیں آپؐ نے اپنی اُمت کو خاص تاکید فرمائی کہ میری اُمت کبھی بھی عدل و انصاف کو فراموش نہ کرے۔ آپؐ نے اپنے اعلیٰ نمونہ سے اس پر مُہر لگادی۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ عدل و انصاف کے معاملہ میں اپنی لختِ جگر بیٹی فاطمہؓ کو بھی معاف نہیں کر سکتا۔

پس قرآن کریم کی رُو سے انسان کی ہر تقریر و گفتگو عدل و انصاف کی شاندار شاہکار ہونی چاہیئے تاکہ اس کا یہ فعل قوم کی ترقی و عروج کا موجب ہو اور ملک میں امن و امان قائم ہو۔ اس طرح وہ مخلوق کی نظر میں بھی اور خالقِ حقیقی کی نظر میں بھی محبوب انسان بن جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔

چوتھا اصل ــــ قولِ سدید

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًاۙ

(سورۃ احزاب آیت ۷۱)

کہ اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ بات کہو جو (پیچیدار نہ ہو بلکہ) صاف اور سیدھی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت صاف اور سیدھی بنائی ہے اسلئے وہ صاف اور سیدھی بات سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ پیچ در پیچ باتیں سلجھی ہوئی صاف طبائع پر بہت ناگوار گزرتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس سے کئی قسم کی اُلجھنیں اور غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور بعض دفعہ اس سے خوشگوار تعلقات میں صرف فرق ہی نہیں آتا بلکہ اس کا ردِّ عمل نہایت خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے اور انتہائی قریبی بھی باہمی چپقلش اور تنازعات میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں ـــ سو قرآن کریم کی رُو سے انسان کی ہر تقریر و گفتگو قولِ سدید پر مبنی ہونی چاہیئے تاکہ سننے والوں پر خوشگوار اثر پڑے۔ ان کے لئے بات کی تہہ تک پہنچنا آسان ہو جائے اور باہمی تعلقات مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جائیں۔

پانچواں اصل ـــ قولِ احسن

انسان کی زندگی اللہ تبارک و تعالیٰ کی دی ہوئی ایک عظیم عطا ہے۔ سو اس عطا کا حق ادا کرتے ہوئے اور اس زندگی کو اسی مولیٰ و محی خدا کی مرضی کے مطابق گزارتے ہوئے انسان کو اپنی تقریر و گفتگو اور قول و کلام کا مدّعا و مقصد بلاواسطہ یا بالواسطہ یہی قرار دینا چاہیئے کہ اس کے ذریعہ سے بندگانِ خدا راہِ راست پر آجائیں اور وہ اپنے خالقِ یگانہ کے آستانے پر جُھک جائیں ـــ یہ ایک ایسا حسین ترین اور اعلیٰ ترین مدّعا ہے کہ اسکی بدولت ایسے شخص کی ہر تقریر و گفتگو کو خالق و مالک خدا نے احسن و اعلیٰ قول قرار دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۝

(سورہ حٰم السجدہ آیت ۳۴)

یعنی اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے، نیک عمل کرتا ہے، (اسی کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے) اور کہتا ہے کہ میں تو فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (سو اے وے تمام لوگو! تم بھی اس گروہ میں شامل ہو جاؤ)

ہو سکتا ہے یہ پیغام ابتداء میں کوئی دہریہ یا بے دین سن کر اس مسئلہ سے اُلجھ پڑے اور اس سے اُلٹی سیدھی بحث و تکرار شروع کر دے

اسلئے اللہ تعالیٰ اس مسلم کو آگے ہدایت فرماتا ہے:۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○

(سورہ حٰم السجدہ آیت ۳۵-۳۶)

کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی۔ اور تُو برائی کا جواب نہایت نیک سلوک سے دے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص کہ اس کے اور تیرے درمیان عداوت پائی جاتی ہے وہ تیرے حسن سلوک کو دیکھ کر ایک گرمجوش دوست بن جائے گا۔ اور اس کی توفیق صرف انہی کو ملتی ہے جو بڑے صبر کرنے والے ہیں اور ان کو ملتی ہے جن کو (خدا کی طرف سے نیکی کا) ایک بہت بڑا حصہ ملا ہو۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کی روشنی میں کیا خوب فرمایا:۔

گالیاں سُن کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کِبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

کوئی مانے یا نہ مانے لیکن یہ حقیقت ہے کہ منکسر المزاجی، نرم دلی اور صبر و تحمل دلوں کو فتح کرنے کے لئے ایک ایسا زبردست ہتھیار ہے جس کے سامنے فولاد کی مضبوط تلواریں پاش پاش ہو جاتی ہیں اور ناقابلِ تسخیر چٹانوں کی مانند سخت دل و دماغ اس کے آگے سرنگوں ہو جاتے ہیں اور ازخود بصد شوق فرمانبرداری کی بیڑیاں پہن لیتے ہیں۔

اس کی زندہ مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ آپؐ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص

(سورۃ آل عمران)

اور تُو اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے ہی جو اللہ کی طرف سے تجھے دی گئی ہے ان کے لئے نرم واقع ہوا ہے اور اگر تُو بد اخلاق اور سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے گرد سے تتر بتر ہو جاتے۔

عرب کی تاریخ پر نظر دوڑائیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کس باغیانہ دماغ کے تھے۔ ان کی رگ رگ اور بات بات سے غرور و تکبر کے شعلے نکلتے

تھے۔ وہ بڑی سے بڑی طاقت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ مگر آقائے نامدار سرورِ دوجہاں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر ترم دلی، حُسنِ اخلاق اور شیریں گفتار کے سامنے وہ ایسے گرویدہ ہوئے کہ عربوں کی کایا پلٹ گئی ــــ وہ سخت چٹان تھے موم کی طرح پگھل کر باہمی محبت و اخوت اور شفقت و رحمت کے بار اس میں تبدیل ہو گئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

چھٹا اصل ــــ قولِ حکمت

دنیا میں حکمت و دانائی بھی ایک عجیب شے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ط

(سورۃ بقرہ آیت ۲۷۰)

کہ "وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے۔ اور جسے حکمت عطا کی گئی ہو تو سمجھو کہ اسے بہت ہی نفع رساں چیز مل گئی۔"

قرآن کریم کی یہ بھی خاص ہدایت ہے کہ وہ شخص جو مخلوق کو اپنے خالقِ یگانہ کی طرف دعوت دے رہا ہو (اور جیسا کہ قبل ازیں بھی آیت کریمہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ ہر شخص کو بلاواسطہ یا بالواسطہ اپنی تقریر و گفتگو کا مدعا مخلوق کو خالق کی طرف دعوت دینا ہی قرار دینا چاہیئے) وہ اپنی تقریر و گفتگو کا فریضہ حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ سے ادا کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔

(سورۃ النحل آیت ۱۲۶)

کہ "تو لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے اپنے رب کی راہ کی طرف بُلا اور اُس طریق سے جو سب سے اچھا ہو اُن سے (اُن کے اختلافات کے بارہ میں) بحث کر۔"

جو بات حکمت، دانائی اور عقلمندی کے ساتھ پیش کی جاتی ہے بلا شبہ وہ دلوں پر جادو کا سا اثر کرتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَةً وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

کہ "یقیناً بعض شعر حکمت و دانائی سے پُر ہیں اور یقیناً بعض تقریریں جادو ہیں۔"

حکمت اور دانائی اور موعظہ حسنہ اور احسن

طریق بحث کا تقاضا یہ ہے کہ تقریر یا گفتگو کرنے والا انسان موقع و محل شناسی سے کام لے اور سننے والوں کے طبائع اور مزاجوں کے تقاضوں کے مطابق حق و صداقت پر قائم رہتے ہوئے بات کو مناسب اور عمدہ رنگ میں پیش کرے ــــ بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ بات ایک ہی ہوتی ہے لیکن ایک شخص اس کو حکمت و دانائی کے ساتھ پیش کرتا ہے تو سننے والوں پر اس کا اتنا خوشکن اثر ہوتا ہے کہ وہ اس پر گرویدہ ہو جاتے ہیں لیکن شخص وہی بات حکمت و دانائی کی پابندی کئے بغیر ہی لوگوں کو پیش کرتا ہے تو وہ ان پر ناگوار گزرتی ہے۔

حکایت :۔

کہتے ہیں ایک بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اس کے تمام دانت گر گئے ہیں۔ دوسرے دن بادشاہ نے علم تعبیر الرؤیا کے ایک ماہر شخص کو اپنے دربار میں بلوایا اور اپنی خواب بیان کر کے اس سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ اس شخص نے سوچ کر کہا کہ بادشاہ سلامت! بہت افسوس کہ علم تعبیر الرؤیا کی رُو سے آپ کی خواب بتاتی ہے کہ آپ کے تمام عزیز و اقارب آپ کے سامنے ایک ایک کر کے وفات پا جائیں گے۔ یہ تعبیر سُن کر بادشاہ کو اس قدر صدمہ و رنج اور قلق ہوا کہ اس نے اُسی وقت یہ حکم صادر کر دیا کہ اس شخص کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اُس نے بڑی ہی منحوس خبر سُنا کر ہمارے دلوں کو مجروح کر دیا ہے۔ بادشاہ کو دراصل اس تعبیر سے تسلی نہ ہوئی۔ اس نے کسی اور ماہر تعبیر الرؤیا کو اپنے دربار میں بلوایا اور اس سے اپنی خواب بیان کر کے تعبیر پوچھی۔ وہ شخص تھا بڑا دانا اور عقلمند۔ اس نے سوچا کہ تعبیر تو ہے وہی جس کو بیان کر کے ایک شخص کیفر کردار کو پہنچ گیا ہے ــــ تاہم وہ بڑی بشاشت کے ساتھ بادشاہ سے یوں مخاطب ہوا کہ جہاں پناہ! مبارک ہو صد مبارک!! یہ خواب بڑی ہی مبشر خواب ہے۔ علم تعبیر الرؤیا کی رُو سے اس کی تعبیر یہ ہے کہ بادشاہ سلامت کو تمام عزیز و اقارب میں سب سے زیادہ عمر عطا کی جائے گی۔ یہ سُن کر بادشاہ اتنا خوش ہوا کہ فوراً اس شخص کو انعام و اکرام سے نوازنے کا حکم دیدیا۔

اب غور فرمادیں کہ حکمت و دانائی کے کیسے عجیب کرشمے اور شاندار نتائج برآمد ہوتے ہیں حالانکہ اس خواب کی تعبیر ہر دو اشخاص نے ایک ہی بتائی ہے کہ بادشاہ کے عزیز و اقارب پہلے کوچ کریں گے اور آخر میں بادشاہ کا انتقال ہوگا۔ اسی بات کو جب حکمت و دانائی کا جامہ پہنایا گیا تو مرنے، کوچ کرنے اور انتقال کرنے کے حوصلہ شکن اور ناگوار الفاظ کو ترک کر کے حوصلہ افزائی کے خوشکن الفاظ استعمال کئے کہ بادشاہ کی عمر سب سے زیادہ ہوگی۔

پس قرآن کریم میں بھی انسان کو یہ اصول سکھایا گیا ہے کہ وہ تقریر و گفتگو کے وقت حکمت و دانائی کا خاص خیال رکھے ــــ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ حاضر دماغی کا خاص ملکہ عطا فرماتا ہے وہ اس سے

استفادہ کرتے ہیں مگر بعض لوگ ذرا سوچ کر بات کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ پس وہ پہلے سوچ کر اور تول کر ہی بات کریں مگر حکمت کو اپنے ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ اگر کسی کو اسی وقت مناسب حال کوئی بات نہیں سوجھتی تو کم از کم اس وقت بات نہ کرنے کی معذرت کر دے مگر غیر مناسب اور حکمت سے خالی بات زبان پر نہ لائے۔ کیونکہ اس سے بعض دفعہ سخت مشکلات اور ناقابل حل عقدے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

البلاء موکل بالمنطق

کہ بعض اوقات بے موقعہ بات کرنے سے انسان خواہ مخواہ مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے موقعہ پر خاموشی اختیار کرنے کی معذرت بھی حکمت و دانائی میں ہی شامل ہوتی ہے۔

ساتواں اصل ــــ دلیل و ثبوت

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ ہر بات کے پیچھے اس کی دلیل و ثبوت دیکھنا چاہتا ہے، بدُوں اس کے اس کا دل مطمئن نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ بغیر دلیل کے کسی بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اس فطرتی تقاضے کو قرآن کریم نے نہ صرف پورا کیا ہے بلکہ اس کو اور زیادہ اُبھارا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ جگہ جگہ یہ فرماتا ہے۔ افلا تعقلون، افلا تتفکرون، اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ۔ کہ تم عقل و فکر اور تدبر سے کام کیوں نہیں لیتے؟ ــــ اللہ تعالیٰ تو ایک جگہ یہاں تک فرماتا ہے:۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۔

کہ قرآن تو آیا ہی اسی لئے ہے کہ جو دلیل کے ذریعہ سے ہلاک ہو چکا ہے وہ (کلیتہً) ہلاک ہو جائے اور جو دلیل کے ذریعہ سے زندہ ہو چکا ہے وہ (کلیتہً) زندہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بادشاہِ وقت کے ساتھ جس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا مناظرہ ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے خالقِ حقیقی کے دلائل دیئے اور اس کی عظیم قدرتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ

میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

قَالَ اَنَا اُحْيِي وَاُمِيتُ

اس پر بادشاہ نے کہا کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔

قَالَ اِبْرَاهِيمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ

الَّذِیْ کَفَرَ ط
ابراہیم نے کہا کہ اگر یہ بات ہے
تو اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق
کی طرف سے لاتا ہے اب تو اسے
مغرب کی طرف سے لے آ۔ اس
پر وہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا۔

یہ ہے دلیل کی مار کہ بادشاہ کا دماغ ہل گیا اور وہ حواس باختہ ہو گیا۔ سو تقریر و گفتگو وہی جاندار اور مؤثر ثابت ہو سکتی ہے جو دلائل سے لیس ہو۔ یہ واقعہ مدلل بات کے شاندار مثبت نتائج اور غیر مدلل بات کے بد انجام و بد نتائج ہر دو امر کے لئے زندہ ثبوت ہے۔

پس ہر بات کے پیچھے دلیل کا ہونا ضروری ہے ہاں ہر موقعہ پر دلیل کا پیش کرنا ضروری نہیں۔ بعض اوقات بتقاضائے مصلحت دلیل کو مخفی بھی رکھا جا سکتا ہے۔

آٹھواں اصل —— تحقیق حق

قرآن کریم کی رُو سے کسی امر کے بارہ میں تقریر یا گفتگو کرنے سے پہلے اس کی حقیقت کے بارہ میں تحقیق کر لینا بھی ضروری ہے۔ خاص طور پر جب کوئی اہم خبر کسی غیر معتبر آدمی کے ذریعہ سے پہنچے تو بغیر تحقیق کے بذریعہ تقریر یا گفتگو عوام میں اس کی اشاعت ہرگز نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ
فَتَبَيَّنُوْٓا ۔ (سورۃ الحجرات)

کہ "جب کوئی فاسق اور بے عمل و
بے اعتبار آدمی کوئی اہم خبر لائے
تو اس کی تحقیق کر لیا کرو"۔

ایسی صورت میں جو شخص بغیر تحقیق کے کوئی بات کرتا ہے وہ خطرے سے خالی نہیں ہے بلکہ بعض دفعہ افواہ پھیلانے کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ افواہ پھیلانے والوں کے بارہ میں قرآن کریم میں سخت تنبیہہ آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ
وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا
يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا
قَلِيْلًا ۝ (سورہ احزاب آیت ۶۱)

کہ اگر منافق مرد اور وہ لوگ جن
کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ
جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلاتے
پھرتے ہیں باز نہ آئیں گے تو ہم
تجھے ان لوگوں کے خلاف کھڑا
کر دیں گے پھر وہ تیرے ساتھ اس
شہر میں بہت ہی تھوڑی مدت تک
ہمسائگت میں بسر کریں گے۔

پس قرآن کریم کی رُو سے کسی امر کے بارہ میں

فیض جنگوی

افریقہ کے احمدی احباب

مَیں سوچتا ہوں جواب اُن کا ہے دل میں اُبھرا سوال جن کا
وفورِ شوق جمال بے حد، ظہورِ ذوقِ کمال جن کا
تجھے خبر ہے مَیں کر رہا ہوں یہ کن کا ذکرِ جمیل ساقی
ہے جامِ جم سے بھی بیش قیمت جہاں میں جامِ سفال جن کا
عجیب دیکھا، عجیب پایا، عجیب سُنتے ہیں حال جن کا
جہاں میں ظاہر ہُوا دوبارہ عمل سے رنگِ بلال جن کا
مسیح و مہدی کے سچّے عاشق خدا کی ہستی پہ دال صادق
خدا کی خاطر وصال جن کا، خدا کی خاطر قتال جن کا
وہ نورِ شمعِ محمّدی پر نثار و قرباں پتنگ آسا
کلامِ حق پر یقینِ کامل، ہے دردِ دیں بے مثال جن کا
خدا کی باتیں لبوں پہ جاری نبی کی اُلفت نظر میں رقصاں
ریا و مکر و دغا سے خالی ہے قول جن کا مقال جن کا
جواں ارادے، جواں امنگیں، جواں تمنّائیں دل میں روشن
قدم کو چُومے گی کامیابی، ہے صاف ظاہر مآل جن کا
امامِ برحق سے مل کے خوش تھے مگر علیحدہ ہوئے تو ایسے
کہ سوزِ ہجراں میں ڈوبا ڈوبا فراق رنج و ملال جن کا
وہ لوگ کیوں نہ قبول ہوں گے ہے فیض جن پہ خدا کا جاری
خدا کی رہ میں نثار ہر دم ہو جان جن کی ہو مال جن کا

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ

ایک عظیم مفکرِ تعلیمات کی حیثیت میں

(مکرم جناب بشیر احمد صاحب زاہد۔ گھٹیالیاں)

ہنگامۂ غدر کی خونچکاں آندھی کیا اُٹھی؟ — مغلیہ سلطنت کی بساطِ اقتدار الٹ کر رہ گئی اور علم و عرفان کی وہ تمام ٹمٹماتی شمعیں بجھ گئیں۔ جو صدیوں سے مسلمانوں کے شبستانِ حیات میں چاندنیاں بکھیر رہی تھیں اور اب ان پر وہ تاریک گہری رات مسلط ہوگئی۔ جس کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ان کے ہزاروں نوجوانوں کو خون میں نہلا کر عروسِ شہادت سے ہمکنار کر دیا گیا۔ سہاگنوں کے سہاگ لُٹ گئے اور اُن کے یتیموں کو انگلیوں سے پکڑ کر خانقاہوں اور راہوں میں جوانیاں جذب کرنے پر مجبور کیا گیا۔ سینکڑوں قومی اور ملّی راہنماؤں کو تختۂ دار کی زینت بنا دیا گیا اور ان کے عالی شان محلّات کو یہاں تک ملیا میٹ کیا گیا کہ آج وہاں ناگنوں کی طرح بل کھاتی ہوئی سیاہ سڑکیں لہرا رہی ہیں۔ یا پھر خوشنما پارکوں میں سبزہ، آنے والوں سے اٹھکیلیاں کر رہا ہے۔

آہ! یہ وہ انتہائی بھیانک اور پُرآشوب زمانہ تھا جب انگریز کی حکمتِ عملی سے مسلمان اقتصادی اور معاشی تباہیوں کے گڑھے میں گر چکا تھا — اسلام اپنی زندگی کے آخری ہچکولے لے رہا تھا اور عیسائیت یہاں اپنے پورے جوبن میں کمال بانکپن سے اٹھلاتی پھرتی تھی کہ ناگہاں افقِ مشرق سے حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام مطلعِ عالَم پر آشکارا ہوئے اور آپؑ نے انگریز سے ہراساں اور پریشان مسلمانوں کو یہ مژدۂ جانفزا سُنایا کہ:-

"اے مسلمانو! اگر تم سچے دل سے خداوند تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرتِ الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آگیا۔ اور یہ کاروبار کسی انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی ہاتھ نے اس کی بنیاد رکھی ہے بلکہ یہ وہی صبحِ صادق ظہور پذیر ہوئی

ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے
خبر دی گئی تھی۔ خدا تعالیٰ نے بڑی
ضرورت کے وقت تم کو یاد کیا ہے
قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے
میں جا پڑتے۔ مگر اس کے باشفقت
ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اٹھا لیا۔
او شکر کرو اور خوشی سے اچھلو
جو تمہاری زندگی کا دن آیا۔"
(ازالہ اوہام صـ۳)

پھر فرمایا:۔
"اسلام کے لئے پھر اس تازگی
اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے
وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب
اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر
چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔"
(فتح اسلام صـ۹)

فتح اسلام ——— کی یہ پہلی دلربا اور جانفزا نوید تھی جو ابھی فضائے بسیط میں پوری طرح گونجی بھی نہ تھی کہ آپؑ نے الہام الٰہی سے نہایت ہی پرشوکت انداز میں یہ اعلان فرمایا:۔
"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم
افتاد"۔ ———

اور پھر وہ وقت بھی آیا جب آپؑ نے پورے دبدبہ اور طمطراق سے قصرِ عیسائیت کو لرزا دینے والا یہ نعرۂ حق بلند فرمایا:۔
"قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک
ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے
ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی
حربہ کہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا جب
تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔
وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی توحید
جس کو بیابانوں کے رہنے والے
اور تمام تعلیموں سے غافل بھی
اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں
پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی
کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی
خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی
سب تدبیروں کو باطل کر دیگا۔"
(تذکرہ صـ۲۹۹)

حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تثلیث شکن آواز اُس وقت بلند فرمائی تھی جب مغلیہ سلطنت کے زوال پر برطانوی حکومت اپنے دارالعوام میں یہ اعلان کر چکی تھی کہ:۔
"خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا
ہے کہ ہندوستان کی سلطنت
انگلستان کی زیرِ نگیں ہے۔ تاکہ
عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان
کے ایک سرے سے دوسرے
تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام تر

قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیئے۔ اور اس بارے میں کسی قسم کا تساہل نہ کرنا چاہیئے۔"

(علمائے حق کے کارنامے ص۲۶)

اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریز کی یہ سوچی سمجھی سکیم تھی کہ جب تک وہ پاک و ہند کے چپہ چپہ پر عیسائیت کا جھنڈا لہرا نہیں دیتا اس کی حکومت یہاں مستحکم بنیادوں پر کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اسلئے اس نے اپنی حکومت کے تحفظ و بقاء کے لئے یہاں عیسائیت کو فروغ دینا ضروری سمجھا۔ اور چونکہ وہ یہ یقین رکھتا تھا کہ جب تک اس سرزمین میں مسلمان زندہ ہیں وہ امن و سکون سے حکومت نہیں کر سکتا اسلئے اس نے مسلمانوں کو سیاسی، اقتصادی، معاشی اور مذہبی لحاظ سے کچلنے کے لئے ہر وہ حربہ اختیار کیا جو وہ اختیار کر سکتا تھا۔

انگریز کی اس مسلم کُش پالیسی کا یہ نتیجہ ظاہر تھا کہ مسلمان اپنے روشن مستقبل سے بالکل مایوس ہو گئے اور عیسائیت یہاں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگی یہاں تک کہ چند سالوں میں ہی یہاں لاکھوں انسان حلقہ بگوش عیسائیت ہو گئے۔ اور ایک دن وہ بھی مطلعِ عالم پر آشکارا ہوا۔ جب انگریز اپنی اس فتح کی خوشی میں ۱۸۸۸ء میں شملہ کی برفانی چوٹیوں سے یہ اعلان کر رہا تھا کہ:۔

"جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار گُنا زیادہ تیز رفتاری سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت تک ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔۔۔ عیسائیت کی جماعت ایسی تیز رفتاری کے ساتھ پھیل رہی ہے کہ جتنی قرونِ اولیٰ کے بعد کبھی نہیں پھیلی۔" (بحوالہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور انگریز ص۳۷)

غلبۂ اسلام کی عظیم الشان پیشگوئی کو معرضِ وجود میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اہتمام فرمایا کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ" کے الفاظ جاری کئے گئے ـــــ یعنی میں وہ عظیم الشان یونیورسٹی ہوں جس سے ان علوم کا سرچشمہ پھوٹے گا جو غلبۂ اسلام کی تقویت کا باعث ہوں گے اور جن کی آب و تاب اور چمک دمک سے کفر و ضلالت کی تاریکیوں کے پردے چاک ہوں گے۔

اور پھر الہاماً آپ کو یہ بتایا گیا کہ اس یونیورسٹی کے دو عظیم الشان شعبے ہوں گے ـــــ ایک بیت الذکر ـــــ اور دوسرا بیت الفکر ـــــ

اوّل الذکر میں اگر جہاد بالنفس کے ذریعہ محبوبِ حقیقی کے رُخِ تاباں کی تجلّیوں سے رُوح و

دل کی کدورتوں کو دھویا جائے گا تو ثانی الذکر میں سائنٹیفک تجربات کی روشنی میں تسخیرِ کائنات کے سربستہ رازوں کے چہرے سے نقاب کشائی کی جائے گی۔ تا دنیا اپنے خالقِ حقیقی کی قدرتوں سے روشناس ہو سکے۔

قبل اس کے کہ میں آپ کو اس عظیم الشان یونیورسٹی کے شاندار محل میں لے چلوں جس میں آپ نے نظامِ تعلیم کی تشکیلِ جدید کے جملہ ساز و سامان فراہم فرمائے ہیں۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو اس دَور کے مسلم تعلیمی اداروں کے نظامہائے تعلیم سے بھی آگاہ کرتا چلوں۔

یاد رہے کہ اس دَور میں مسلمانوں کی دو ہی مرکزی تعلیمی درسگاہیں تھیں ـــــ ایک مدرسہ دیوبند تھا جو ۱۸۶۶ء میں قدامت پرستی کا لبادہ اوڑھ کر منظرِ عام پر آیا تھا ـــــ اور دوسرا علی گڑھ کالج تھا جو ۱۸۷۵ء میں تجدد پسندی کا رُوپ دھار کر پبلک سے آشنا ہوا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی یہ دونوں تعلیمی درسگاہیں دراصل دو عظیم تحریکیں تھیں جو اس دَور میں مسلمانوں کی قیادت و راہنمائی کے لئے دو مختلف مکاتبِ فکر اپنے جلو میں لے کر اٹھی تھیں۔ جب انگریز مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے معدوم کرنے کے لئے مصروفِ تگ و تاز تھا۔

اوّل الذکر تحریک اس مکتبِ فکر کی حامی تھی کہ مسلمانوں نے ۱۸۵۷ء میں جس جنگِ آزادی کا انگریز کے خلاف آغاز کیا تھا وہ اس کو ہمیشہ اسکے خلاف جاری رکھیں گے۔ اور اگر وہ کھلم کھلا انگریز کے خلاف علمِ بغاوت بلند نہ کر سکیں گے تو فکری تمدنی اور سیاسی محاذوں پر ضرور اس سے برسرِ پیکار رہیں گے اور اس وقت تک دم نہ لیں گے جب تک وہ انگریز کو اپنے ملک سے باہر نہ نکال پھینکیں گے۔

اور مؤخر الذکر تحریک اس مدرسۂ خیال کی پابند تھی کہ انگریز سے اب نہ صرف کلی تعاون ہی کیا جائے بلکہ ضروری ہے کہ مغربی علوم سے استفادہ بھی کیا جائے اور انگریزی تہذیب و تمدن کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جائے اور اسے اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنا لیا جائے۔

یہ دو مختلف نقطہ ہائے نگاہ تھے جو یہ تحریکیں اپنے جلو میں لے کر اُبھری تھیں۔ اور ہر وہ شخص جو ان کا گہری نظر سے مطالعہ کرے گا اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ جہاں گزشتہ ایک صدی میں مدرسہ دیوبند نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ اس نے اپنی قدیم روایات کی مدھم قندیل کو مخالف ہواؤں کے تھپیڑوں میں بجھنے سے بچائے رکھا ہے وہاں علی گڑھ کالج نے مسلمانوں کو علومِ جدیدہ کی دولت سے مالا مال کیا۔ اور عصرِ حاضر کی ممتاز ترقی پذیر قوموں کے دوش بدوش لا کھڑا کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود ان سے مسلمانوں کی عظیم وحدتِ ملی کو یہ نقصان پہنچا ہے کہ:-

اوّل۔ ان کے چھوٹے اور بڑے، ان کے امیر اور فقیر، ان کے جاہل اور عالم دو متحارب گروہوں

میں بٹ کر رہ گئے ہیں۔ اور آج بھی جب انگریز کو یہاں
سے بوریا بستر اُٹھائے بیس برس سے زیادہ عرصہ گزر
چکا ہے اور ان درسگاہوں کو معرضِ عمل میں آتے
ہوئے سو سال گزرنے کو ہیں۔ ہماری قوم کی عظیم
اکثریت مسٹر اور مُلّاں کی باہمی منافرت انگیز نعرہ بازیوں
کا شکار ہے بلکہ بسا اوقات ایک دوسرے پر تکفیر
کی بمباری بھی ہوتی رہتی ہے۔

دوم:۔ اگر مدرسۂ دیوبند کو انگریز سے
للّٰہی دشمنی تھی اور وہ ہر رنگ میں انگریز کے خلاف
عَلَم بغاوت بلند رکھنے میں کوشاں تھا تو علی گڑھ
کالج والے اس کی سرپرستی کے اس قدر والہ و شیدا
تھے کہ اگر ان کے کسی فعل سے بھی حاکم قوم کی جبین پہ
شکن نمودار ہوتی تھی تو اس سے فوراً دستکش ہو جاتے
تھے۔

سوم:۔ اگر دیوبند والے انگریزی علوم
سے متنفر تھے اور جدید تعلیم سے ڈرتے تھے جس کی
وجہ سے وہ موجودہ معاشرہ میں گھُل مل نہ سکے تو
علی گڑھ والے اسلامی حقائق سے بالکل غافل اور
تہی دست ہو گئے اور وہ خود کو مغربی تہذیب و
تمدن کے زہر آلود اثرات سے محفوظ نہ رکھ سکے۔

اور سب سے بڑھ کر ان سے یہ غلطی ہوئی
کہ وہ اس بات کا اندازہ بھی نہ کر سکے کہ انگریز
کی نظر ان سے زیادہ نشیمنِ اسلام پر تھی جس کو تباہ
کرنا وہ اپنا اوّلین فرض سمجھتا تھا کیونکہ وہ یقین
رکھتا تھا کہ جب تک مسلمان اسلام پر کاربند ہیں اور
قرآن مجید ان کے لئے دستور العمل ہے۔ زندگی کی حرارت
ان میں کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔

پس انگریز کی یہ ایک گہری چال تھی کہ اس نے
مسلمانوں کو اس کتابِ زندگی سے دُور رکھنے کے لئے
عربی مدارس کی گرانٹ بند کی۔ علماء کی تحقیر کے اسباب
پیدا کئے اور عربی کے مقابل فارسی رکھ کر اس امر کا
پرچار کیا کہ عربی فارسی سے مشکل ہے۔ جس کا یہ نتیجہ برآمد
ہوا کہ آج مسلمان بچے برملا یہ کہتے سُنے گئے ہیں ——
عربی بسیار مشکل است ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یہ وہ پانچ بنیادی خامیاں تھیں جو ان تعلیمی
درسگاہوں کے نظام ہائے تعلیم میں نمایاں تھیں اور
ان کی موجودگی میں ضرورت اس امر کی تھی کہ ان دونوں
نظاموں کے بین بین ایک ایسا نظامِ تعلیم تشکیل دیا جاتا
جس کا دامن ان تمام نقائص سے مبرّا ہوتا جو ان
میں درخشاں نظر آتے تھے اور اس میں مغربی علوم کو
نہ صرف اختیاری مضامین کا درجہ دیا جاتا بلکہ ان کی
تحصیل کو لازمی اور لابدی قرار دیا جاتا اور انگریزی
زبان سے اسلامی رواداری برتتے ہوئے اسلامی عقائد و
مسلّمات کی تبلیغ و اشاعت کا پورا پورا اہتمام کیا جاتا۔

سو جدید نظامِ تعلیم کا یہ وہ صحیح بنیادی تصوّر
تھا جس میں ہماری قومی زندگی کا روشن مستقبل مضمر تھا
—— یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کا ہر صاحبِ بصیرت
انسان اس امر پر زور دے رہا ہے کہ مدرسۂ دیوبند

اور علی گڑھ کالج زندگی کے جن دو مختلف رجحانوں کے حامل ہیں۔ ہمیں ان دونوں کی ہی سخت ضرورت ہے اور ان دونوں کے صحیح امتزاج میں ہی ہماری قومی اور ملی زندگی کا راز پنہاں ہے۔

ہمارے تمام وہ احباب جنہیں اپنی گزشتہ صد سالہ تاریخ سے آگہی حاصل ہے وہ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانہ میں ہی مسلمانوں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا تھا کہ مسلمانوں کے لئے روشن مستقبل مقدر ہے اور مسلمان ایک دفعہ پھر گزشتہ شان و شوکت سے ہمکنار ہوں گے اور اسلام اپنی ازلی ابدی صداقتوں کی روشنی سے کفر و ضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کے پیراہن چاک کر کے رکھ دے گا اور علوم جدید کے تمام مکر و فریب کے تانے بانے کو ادھیڑ کر حقیقت کو بے نقاب کر دکھائے گا۔

حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں، کیسے ہی نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ آئیں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکرِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دے گا۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۰)

حضورؑ پھر فرماتے ہیں:۔

"اے بندگانِ خدا! یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف و حقائق کا ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر زمانے میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے اور ہر ایک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا رہا ہے، جس قسم کے اعلیٰ معارف کا کوئی دعویٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ اور جس طرح صحیفہ فطرت کے عجائبات و غرائب ..... ختم نہیں ہو سکتے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ یہی حال صحف مطہرہ کا ہے تا خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۵ تا ۳۱۲)

یہ وہ مرکزی نقطہ خیال ہے جس کو مد نظر رکھ کر آپؑ نے حکم الٰہی سے تجدید و احیائے اسلام کے عظیم الشان کام کا آغاز کر دیا اور اس کو شرمندہ تکمیل کرنے کے لئے قادیان کی مبارک بستی میں ایک مثالی

دار العلوم قائم فرمایا جس میں جدید نظامِ تعلیم کیلئے
آپؑ نے قدیم و جدید علوم کے سرچشموں سے استفادہ
کو لازمی قرار دیا اور کسی ایک سرچشمۂ علم پر قناعت
کرنے کو زہرِ ہلاہل سے بھی زیادہ خطرناک تعبیر فرمایا۔
حضورؑ اسی نظامِ تعلیم کی تشکیل کی ضرورت
پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آج کل اعتراضوں کی بنیاد
طبعی اور طبابت اور ہیئت کی
بناء پر ہے اس لئے لازم ہوا کہ
ان علوم کی ماہیت اور کیفیت
سے آگاہی حاصل کریں تاکہ جواب
دینے سے پہلے اعتراض کی حقیقت
ہم پر کھل جائے۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"میں ان مولویوں کو سخت غلطی
پر جانتا ہوں جو علومِ جدیدہ کے
مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی
اور کمزوری چھپانے کے لئے ایسا
کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات
سمائی ہوئی ہے کہ علومِ جدیدہ کی
تحقیقات اسلام سے بدظن اور
گمراہ کر دیتی ہے۔ اور یہ اقرار
کئے بیٹھے ہیں کہ گویا سائنس اور
اسلام بالکل متضاد چیزیں ہیں۔
چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر
کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اسلئے
اپنی کمزوری چھپانے کے لئے یہ بات
تراشتے ہیں کہ علومِ جدیدہ کا پڑھنا
ہی جائز نہیں۔"

"ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے
اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ
کرتی ہے مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں
ملا جو الہامِ الٰہی سے پیدا ہوتا ہے
اور جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر
بھرا ہوا ہے۔ وہ صرف انہیں کو
دیا جاتا ہے جو نہایت تذلّل اور
نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالیٰ
کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔
جن کے دل اور دماغ سے متکبرانہ
خیالات کا تعفّن نکل جاتا ہے اور
جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے
ہوئے گڑگڑا کر سچی عبودیت کا اقرار
کرتے ہیں۔"

"پس ضرورت ہے کہ آج کل
دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ
کی غرض سے علومِ جدیدہ حاصل
کرو اور بڑے جدّ و جہد سے حاصل
کرو۔" (ملفوظات جلد۱ ص۶۶)

حضورؑ علی گڑھ کالج والوں سے مخاطب ہو کر
فرماتے ہیں:۔

"مجھے یہ بھی تجربہ ہے ۔۔۔۔ کہ جو لوگ ان علوم میں ایک طرف پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہلِ دل اور اہلِ ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دُور جا پڑے اور بجائے اسکے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے اُلٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سُود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے۔"

بات یہ ہے کہ ان علوم کی تعلیمیں یا دہریت اور فلسفیت کے رنگ میں دی جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان تعلیمات کا دلدادہ چند روز تو حسنِ ظن کی وجہ سے جو اس کو فطرتاً حاصل ہوتا ہے اسلام کا پابند رہتا ہے لیکن جوں جوں ادھر قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے اسلام کو چھوڑتا چلا جاتا ہے اور آخر اسلام کی پابندی سے بالکل ہی رہ جاتا ہے اور حقیقت سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔" (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۶۶-۶۷)

پھر فرماتے ہیں:۔

"بہت سے لوگ قومی لیڈر کہلا کر بھی اس امر کو نہیں سمجھ سکے کہ علوم جدیدہ کی تحصیل جب ہی مفید ہو سکتی ہے جب محض دینی خدمت کی نیت سے ہو۔ اور کسی اہلِ دل آسمانی روشنی رکھنے والے مردِ خدا کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

میرا ایمان یہی ہے کہ اس دہریت نما نیچریت کے پھیلنے کی یہی وجہ ہے کہ جو شیطانی حملے الحاد کی زہر سے بھرے ہوئے علوم طبعی فلسفی یا ہیئت دانوں کی طرف سے اسلام پر ہوتے ہیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے یا ان کا جواب دینے کے لئے اسلام اور آسمانی نور کو عاجز سمجھ کر عقلی ڈھکوسلوں اور فرضی اور قیاسی دلائل کو کام میں لایا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے مجیب قرآن کریم کے مطالب اور مقاصد سے کہیں دُور جا پڑتے ہیں اور الحاد کا ایک چھپا ہوا پردہ اپنے دل پر ڈال لیتے ہیں۔۔۔۔

۔۔۔۔ آجکل تعلیم یافتہ لوگوں پر ایک اور بڑی آفت جو آ کر پڑتی ہے وہ

یہ ہے کہ ان کو دینی علوم سے مطلق مس نہیں ہوتا۔ پھر جب وہ کسی ہیئت دان یا فلسفہ دان کے اعتراض پڑھتے ہیں تو اسلام کی نسبت شکوک اور وساوس ان کو پیدا ہو جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد ا صفحہ ۶۷)

حضورؑ ہر دو مکاتبِ فکر کی بے راہروی پر بصیرت افروز تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت دنیا کی توجہ ارضی علوم کی طرف بہت جھکی ہوئی ہے اور مغربی روشنی نے تمام عالم کو اپنی نئی نئی ایجادوں اور صنعتوں سے حیران کر رکھا ہے مسلمانوں نے بھی اگر اپنی فلاح اور بہتری کی کوئی راہ سوچی ہے تو بدقسمتی سے یہ سوچی ہے کہ مغرب کے رہنے والوں کو اپنا امام بنالیں اور یورپ کی تقلید پر فخر کریں۔ یہ تو نئی روشنی والوں کا حال ہے جو لوگ پرانے فیشن کے مسلمان کہلاتے ہیں اور اپنے آپ کو حامیٔ دینِ متین سمجھتے ہیں ان کی ساری عمر کی تحصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف و نحو کے جھگڑوں اور بکھیڑوں میں پھنسے ہوتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد ا صفحہ ۴۰)

حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان بصیرت افروز ارشادات سے واضح ہے کہ آپ نہ تو مدرسۂ دیوبند کے طریقِ تدریس پر مطمئن تھے اور نہ ہی علی گڑھ کالج کے نظامِ تعلیم پر خوش تھے بلکہ آپ ان دونوں کے بین بین اسلامی علوم کی ایسی مثالی درسگاہیں قائم کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں جن میں بیک وقت دینی اور دنیاوی علوم پڑھائے جائیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر مسلم نوجوانوں کو اس رنگ میں تعلیم دی جائے کہ وہ نہ صرف علومِ جدیدہ کی بدظنیوں اور گمراہیوں سے ہی اپنے تئیں بچائیں بلکہ وہ دوسروں کو بھی ان کی ہلاکت خیزیوں سے نجات بخشیں اور خدمتِ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے ان کو حاصل کریں۔

سو یہ وہ عظیم الشان مقصد ہے جس کے حصول کے لئے آپ نے قادیان میں ایک مثالی درسگاہ قائم کرنے کا ارادہ فرمایا —— اور ارشاد فرمایا:۔

"ہماری غرض مدرسہ کے اجراء سے صرف یہ ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے۔ مروجہ تعلیم کو اس واسطے رکھا گیا ہے کہ یہ علم خادمِ دین ہوں۔ ہماری غرض یہ نہیں کہ ایف۔ اے یا بی۔ اے

کر کے دنیا کی تلاش میں مارے مارے پھریں۔ ہمارے پیشِ نظر تو یہ امر ہے کہ ایسے لوگ دین کے لئے زندگی بسر کریں اور اسی لئے مدرسہ کو ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید دینی خدمت کے کام آئے۔ مشکل یہ ہے کہ جس کو ذرا بھی استعداد ہو جائے وہ دنیا کی طرف جھک جاتا ہے۔"

(الحکم ۳۰ر نومبر ۱۹۰۱ء)

ظاہر ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کن پاکیزہ مقاصد کے حصول کے لئے سکول کو جاری فرمایا تھا ـــــ بلاشک سکول کے اجراء سے آپؑ کا مقصد دنیا کمانا نہ تھا بلکہ دنیا کے علوم کو دین کا خادم بنانا تھا تاکہ انسان اُن سے بہرہ ور ہو کر خدمتِ دین سرانجام دے سکے۔

حضور اسی عظیم الشان مقصد کے حصول کے پیشِ نظر فرماتے ہیں :-

"تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہیئے کہ دینی تعلیم ابتداء سے ہو۔ اور میری ابتداء سے ہی یہ خواہش رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔ دیکھو! تمہاری ہمسایہ قومیں یعنی آریوں نے کس قدر حیثیت تعلیم کے لئے بنائی ہے۔ کئی لاکھ روپیہ جمع کر لیا ہے۔ اگر مسلمان پورے طور پر اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہ کریں گے تو میری بات سُن رکھیں کہ ایک وقت اُن کے ہاتھ سے بچے بھی جاتے رہیں گے۔"

(ملفوظات جلد ۱ صد ۶۸)

حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ لرزہ خیز انتباہ بدن پر کپکپی طاری کر دیتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری غفلت شعار قوم نے اس سے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھایا۔ حتیٰ کہ ہم نے پچھلے دنوں وہ کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُنا جس سے دل بریاں اور آنکھیں گریاں ہیں۔ مگر آہ! ہم ہیں کہ اب بھی اس سے کوئی سبق لینے کو تیار نہیں ہیں۔ اور ابھی تک اپنے بچوں کو اسی نظامِ تعلیم کی خوشہ چینی پر اُبھار رہے ہیں جس کے بکھرے ہوئے زہر آلود کانٹوں کو ہم نوکِ مژگاں سے چُن چکے ہیں ـــــ العبرت ـــــ العبرت۔

حضورؑ بچوں کی ابتدائی تعلیم کے متعلق ذرا کُھل کر بیان فرماتے ہیں :-

"والدین بھی ان پر (بچوں پر) بڑا ظلم کرتے ہیں کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے ذرا سا وقت بھی ان کو نہیں دیتے اور ابتداء ہی سے ایسے دھندوں اور بکھیڑوں میں ڈال دیتے ہیں جو انہیں پاک دین سے

محروم کر دیتے ہیں۔ یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے۔ جب داڑھی نکل آتی ہے تب ضَرَبَ یَضْرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہوگا۔ طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی بھی نہیں ہوتا۔ ..... پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قویٰ کے نشوونما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دلنشیں ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

"مثل مشہور ہے" تخم را تاثیر، صحبت را اثر" اس کے اول جزو (حصہ) پر کلام ہو تو ہو لیکن دوسرا حصہ "صحبت را اثر" ایسا ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ اس میں زیادہ بحث کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ ہر ایک شریف قوم کے بچوں کا عیسائیوں کے پھندے میں پھنس جانا اور مسلمانوں حتٰی کہ غوث و قطب کہلانے والوں کی اولاد اور سادات کے فرزندوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنا دیکھ چکے ہو۔ ان صحیح النسب سیدوں کی اولاد ..... ہم نے کرسچن (عیسائی) دیکھی ہے اور بانیٔ اسلام کی نسبت قسم قسم کے الزام (نعوذ باللہ) لگاتے ہیں۔ ایسی ایسی حالت میں بھی اگر کوئی مسلمان اپنے دین اور نبی کے لئے غیرت نہیں رکھتا تو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا؟ اگر تم اپنے بچوں کو عیسائیوں، آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے ہو۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا تمہیں اسلام کے لئے کچھ غیرت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تمہارے دل میں نہیں۔ ذرا سمجھو۔ خدا کے واسطے عقل سے کام لو۔"

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۶۸-۶۹)

حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ثلث صدی بیشتر جن خطوط پر مسلمانوں کو نظام تعلیم کی تشکیلِ جدید کی دعوت دی تھی ان کی نشاندہی سطورِ بالا سے بخوبی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ

● حضورؑ کے نزدیک نہ تو محض علی گڑھ کالج کا نصابِ تعلیم ہی صحیح لائحہ عمل کا حامل تھا اور

● نہ ہی آپؑ صرف مدرسہ دیوبند کے علمی کورس کو مسلم معاشرہ کی اصلاح کے لئے کافی سمجھتے تھے۔ بلکہ

● آپؑ ان دونوں کے بین بین ایسے نظامِ تعلیم کے حامی تھے جو مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔

● اور اس امر کے خواہش مند تھے کہ اس کورس کو ابتدائی کلاسز سے ہی جاری کر دیا جائے۔

● اور نصابِ تعلیم میں ان کتب کو بھی شامل کیا جائے جو حضورؑ کے قلمِ اعجاز رقم کا کرشمہ ہوں۔

پس یہ وہ پانچ بنیادی خطوط تھے جن پر آپؑ نے جدید نظامِ تعلیم کی عمارت کو بلند کرنا چاہا۔ اور یہ لازم قرار دیا کہ:۔

● تعلیم و تربیت کے فرائض وہی لوگ سرانجام دیں جو کسی اہلِ دل، اہلِ ذکر اور آسمانی عقل رکھنے والے مردِ خدا کی صحبت سے استفادہ کر چکے ہوں۔

● نیز آپؑ نے تعلیم حاصل کرنے والوں کا یہ بھی فرض قرار دیا کہ —— خدمتِ دین —— اور —— اعلائے کلمۃ اللہ —— کی غرض سے تعلیم حاصل کریں۔ اور

● بقدرِ وسعت و ہمت اپنے ماحول میں علم و عمل سے اس مبارک فرض کو سرانجام دیں جس کی بجاآوری میں قومی اور ملکی ترقی کا راز مضمر ہے۔

● اور پھر ان درسگاہوں کے قیام کے لئے آپؑ نے حکومت کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کو لازمی قرار نہیں دیا بلکہ قوم کو مالی قربانیوں پر ابھارا ہے۔

یقیناً ہر صاحبِ بصیرت انسان اقرار کرے گا کہ آج سے پون صدی پیشتر حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس نظامِ تعلیم کی نشان دہی فرمائی تھی۔ حقیقت میں وہی ہمارے معاشرے کی سربلندی اور سرفرازی کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اور اسی کو بروئے کار لا کر ہمارا کاروانِ علم و عمل منزلِ مقصود سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

مگر یہ کس قدر المناک حقیقت ہے کہ آج جب پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے رُبع صدی گزرنے کو ہے۔ یہ نظامِ تعلیم ہنوز تشنۂ عمل ہے اور قرآن مجید کو آج بھی ہمارے نظامِ تعلیم میں اس کا جائز مقام حاصل نہیں ہو سکا حالانکہ حضورؑ نے ڈنکے کی چوٹ کہا تھا کہ مسلم معاشرہ کے تنزل کا واحد سبب یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس کتابِ زندگی کو اپنی زندگی سے دُور کر رکھا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں ؎

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیمِ قرآں کو بھلایا
رسولِ حق کو مٹی میں سُلایا
مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا

یہ تو ہیں کر کے پھل ویسا ہی پایا
اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا
خدا نے اب تمہیں پھر ہے بلایا
کہ سوچو! عزتِ خیر البرایا

حضورؑ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"قرآن کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو۔ کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔" (کشتی نوح)

(تقریر و گفتگو کے آداب بقیہ ص۱۵)

پس قرآن کریم کی رُو سے کسی امر کے بارہ میں تقریر یا گفتگو کرنے سے قبل پوری ذمہ داری کے ساتھ اسکی حقیقت معلوم کر لینی بھی ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ وہ افواہ پر یقین کر لے اور اس بارہ میں تقریر یا گفتگو کرنے والا سزا کا مستوجب ہو جائے۔

قارئین کرام کی آراء

ماہنامہ "خالد" کا "دورہ مغربی افریقہ نمبر"

● محترم جناب ثاقب زیروی صاحب مدیر ہفتہ وار "لاہور" اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"مجلہ خالد کا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تبلیغی دورہ غرب افریقہ سے منسوب و معنون نمبر مطالعہ میں آیا۔ ترتیب، تزئین اور تدوین ہر اعتبار سے ایک قابلِ قدر دستاویز ہے اللّٰھم زد فزد۔"

● مکرم سید ضیاء احمد صاحب کراچی سے رقمطراز ہیں:۔

"ماہنامہ خالد کا "دورہ افریقہ نمبر" دیکھنے اور پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ آپ نے انتہائی خوبصورتی اور جاذبیت اسے ایڈٹ کیا ہے جہاں یہ جماعت کے احباب کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہے وہاں غیر از جماعت حضرات کے لئے جستجو اور تحقیق کا موجب ہوگا اور اندرون و بیرون ملک تبلیغ کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوگا۔ .... اگر اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو تو اس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے فوٹو بھی شامل کئے جائیں۔"

عیسائیوں کے ساتھ ایک کامیاب گفتگو

(مکرم مولوی محمد اعظم صاحب اکسیر مربی سلسلہ)

سنہ ۱۹۵۹ء کے اواخر میں سرگودھا ہیڈ کوارٹرز کے تحت بھیرہ میں یونائیٹڈ پریسبیٹرین چرچ کو ازسرِنو منظم کرنے کی کوشش کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام عیسائی پادریوں نے کیا جس میں امریکن پادری ایف۔ ای۔ سٹاک اور پنجاب کے معروف پادری نذیر یوسف صاحب کے علاوہ کئی دیگر گریجوایٹ پادریوں نے بھی شرکت کی۔ جلسہ کے متعلق اشتہارات قبل از وقت شائع کئے گئے اور آخرکار بڑی دھوم سے اس جلسہ کا آغاز ہوا۔ بات طویل ہے مگر اس وقت قریباً پونے چار گھنٹے کی عیسائیوں کے ساتھ دلچسپ اور کامیاب گفتگو سے صرف چند باتوں کا تذکرہ مقصود ہے۔

اجلاس کے آخری وقت جلسہ گاہ خوب سجی ہوئی تھی۔ قرینہ سے کرسیاں وغیرہ ترتیب دی گئی تھیں۔ ہر طرح سے انتظامات مکمّل تھے۔ سرکاری افسر اور پولیس کے آدمی موجود تھے۔ مشہور پادری نذیر یوسف صاحب نے "مسیح کی آمدِ ثانی" پر ایک طویل تقریر کے بعد سوالات کرنے کی عام دعوت دی۔ خاکسار نے سرکاری افسر کو دکھا کر ایک چٹ سٹیج پر اس غرض سے بھجوائی کہ مجھے اپنے خیالات کا اظہار سٹیج پر کرنے کی اجازت دی جائے، جسے منظور کر لیا گیا اور مَیں ہاتھ میں ایک پرانی انجیل لئے ڈائس پر حاضر ہو گیا۔

پادری صاحب نے مسلمانوں کو مسیح کی آمدِ ثانی کی بشارت دیتے ہوئے "خیالی یسوع" (جسے نام نہاد اناجیل پیش کرتی ہیں) کے دامن سے وابستہ ہونے کی تحریک کی تھی۔ میرا کسی سٹیج سے پبلک کو خطاب کرنے کا زندگی میں پہلا موقع تھا۔ بہرحال مَیں نے "عہد نامہ جدید" کی کتاب "اعمال" کھول کر یہ آیات پڑھیں:۔

"توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے

پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا
کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔
چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خدا وند خدا
تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے
لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا
جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سُننا
اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی
نہ سُنے گا وہ اُمّت میں سے
نیست و نابود کر دیا جائے گا۔
بلکہ سموئیل سے لیکر پچھلوں تک جتنے
نبیوں نے کلام کیا ان سب نے ان
دنوں کی خبر دی ہے۔"

(اعمال باب ۳ آیت ۱۹ تا ۲۴)

اور مختصراً مطالبہ کیا کہ اِن آیات کی موجودگی میں کسی عیسائی کو ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس وقت تک مسیح کی واپسی کی بشارت دے جب تک وہ کسی مثیل موسیٰ کو تسلیم نہ کر لیں۔ وہ مثیل موسیٰ جس کے متعلق "سموئیل سے لیکر پچھلوں تک سب نبیوں نے خبر دی"۔ اور جب تک وہ کسی مثیل موسیٰ کو تسلیم نہ کر لیں ان کا ایسی تقریریں کرنا خدا کے کلام اور اس کے نبیوں نیز خود "عہد نامہ جدید" سے استہزاء کے مترادف ہے۔ اور ساتھ ہی مَیں نے کچھ تشریح کر کے مثیل موسیٰ سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو پیش کر کے ان پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ دیگر امور کو چھوڑ کر مَیں نے صرف اسی پہلو پر بالاختصار زور دیا اور ڈائس سے ہٹ گیا۔ معاً پادری صاحب حاضر ہو کر بجائے جواب دینے کے کہنے لگے "انجیل کو انجیل والے یعنی ہم پادری ہی سمجھ سکتے ہیں"۔ دوسری بات یہ کہ معترض مرزائی ہے (پادری صاحب کو میرے احمدی ہونے کا پہلے سے علم تھا) جو محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو درحقیقت نہیں مانتا بلکہ کافر ہے اِس لئے مسلمانوں کو اس طرف توجہ نہیں دینی چاہیئے تیسری بات یہ کہ ہم دراصل مسلمانوں کو بشارت دیتے آئے ہیں اسلئے انہیں کے سوالوں کا جواب دیں گے۔

یہ کہہ کر پادری صاحب نے لاؤڈ سپیکر ایک طرف کر دیا کیونکہ وہ خطرہ کو بھانپ گئے تھے لیکن مَیں نے لاؤڈ سپیکر کے بغیر ہی تقریر کی اور بالترتیب تینوں امور کا جواب دیا:-

(۱) اگر انجیل کو صرف پادری ہی سمجھ سکتے ہیں تو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کا تکلف کیسا؟

(۲) جہاں تک میرے "کافر" ہونے کا تعلق ہے مَیں اس بحث میں اس وقت الجھنا نہیں چاہتا مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ اگر (اعوذ باللہ) ایسا ہے بھی تو دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور تاثیر کہ چودہ سو سال گزرنے پر بھی ایماندار تو ایک طرف "کافر" اُن کی صداقت کا اعلان کرتے ہوئے آپ کے منکروں سے پنجہ آزما

ہے۔ اس پر مسلمانوں نے بہت نعرے لگائے اور عیسائیوں کا پنڈال "اللہ اکبر" اور "محمد مصطفیٰؐ زندہ باد" کے نعروں سے گونج اُٹھا۔ ساتھ ہی پادری صاحب حواس باختہ ہونے لگے اور آگے بڑھ کر مجھے سٹیج سے اُتارنے کی کوشش کرنے لگے مگر بعض مسلمانوں کی مداخلت اور ان کی کثرت کے باعث پادری صاحب کو "کامیابی" نہ ہوئی۔

(۳) تیسری بات کا جواب میں نے یہ دیا کہ ہمارا آپس میں خواہ کتنا اختلاف ہو مگر محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے میں ہمارا ہرگز کوئی اختلاف نہیں اور مجھے یقین ہے کہ تمام حاضرین یہی سمجھتے ہیں۔

اس پر مجمع سے میری پُر زور تائید کی بہت سی آوازیں بلند ہوئیں۔ پھر میں نے یہ بھی عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس صداقت ہے تو آپ خائف کس بات سے ہیں؟

میری اس دوسری تقریر کے بعد پادری نذیر یوسف صاحب (جو پنجاب کے عیسائیوں میں ایک اعلیٰ پوزیشن کے مالک ہیں) حواس کھو بیٹھے ان کے ماتھے پر سردیوں کے باوجود پسینہ چمک رہا تھا، چنانچہ اس کیفیت کو بھانپ کر ایک دوسرے پادری بی۔ ایم۔ اختر (جو جوہر آباد سے تشریف لائے تھے) نے ان کی جگہ لی اور بحث کرنے لگے۔ اسی طرح چار پادریوں نے بحث میں باری باری حصہ لیا مگر خدا کے فضل سے کوئی بھی جواب نہ دے سکے۔ میرے ساتھ مصروفِ گفتگو ایک پادری کے علاوہ باقی کھسک کھسک کر مشن کی عمارت میں جا چکے تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ بات ان کے بس کی نہیں اس لئے دوبارہ باہر آنے کی جرأت نہ کی جس پر بعض مشتعل مسلمانوں نے زور زور سے نعرے لگائے اور پادریوں کو باہر بلانے کی کوشش کرتے رہے مگر ایسا نہ ہوا۔ ادھر ہم نے ارادہ کیا تھا کہ آج کوئی واضح فیصلہ ضرور ہونا چاہیئے۔ عام مسلمانوں کا مطالبہ تھا "یہاں سے مشن بند کرو" ـــ "پادریو! واپس جاؤ" اور دوسری طرف "اسلام زندہ باد" کے نعرے بلند تھے۔

آخرکار مغرب کے قریب امریکن پادری ایف۔ ای۔ سٹاک صاحب جو ایک با اخلاق اور شریف انسان ہیں، باہر آئے اور صاف لفظوں میں کہا: "ہمارے پادری مناظرہ نہیں کر سکتے"۔ اس پر ہم وہ جگہ چھوڑ کر اپنے گھروں کو چلے اور رستہ میں دُور تک نعرے لگتے رہے۔ اس کامیاب گفتگو کے نتیجہ میں عیسائیوں کے قدم بھیرہ سے ایسے اُکھڑے کہ آج تک واپس نہیں ہو سکے اور انجام کار انہیں مشن کی زمین اور عمارت تک فروخت کر کے کوچ کرنا پڑا۔

خدام کا فرض ہے کہ خالد کی توسیعِ اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں!

حضرت مسیح موعودؑ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

(مکرم اعجاز احمد صاحب چوہدری - گنج مغلپورہ - لاہور)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی خزائن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کو نبیوں کے سرتاج حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا عشق و محبت تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ ہمیشہ اسی عشق میں گداز رہتے تھے۔ آپؑ کا عقیدہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں منفرد اور یگانہ ہے اسی طرح اس کے حبیب خاتم النبیین حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے کمالات اور صفات کے لحاظ سے تمام بنی نوع انسان میں یکتا اور بے مثال ہیں۔ نہ آپؐ سے پہلے کوئی آپؐ کے مقام کو پا سکا نہ آپ کے بعد تا قیامت پا سکے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد سب سے زیادہ محبوب آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ہر تار و پود مِن بسرائد بعشقِ او
از خود تہی و از غمِ آں دلستاں پُرم

یعنی:۔ "اللہ تعالیٰ کے بعد میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرشار ہوں۔ اگر یہ کفر ہے تو اللہ تعالیٰ کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ میرا ہر رگ و ریشہ اس کے عشق کے راگ الاپ رہا ہے۔ میں اپنی خواہشات سے خالی اور اُس محبوبؐ کے غم سے پُر ہوں"

پھر فرماتے ہیں ؎

در کوئے تو گر سرِ عشّاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشّق زند منم

یعنی:۔ "اگر تیرے کوچہ میں عاشقوں کے سر اُتارے جائیں تو وہ پہلا شخص جو تیرے عشق کا نعرہ لگائیگا وہ میں ہوں گا"

اِسی طرح حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

تیغ گر بارد بکوئے آں نگار
آں منم کہ اوّل کند جان را نثار

یعنی:۔ "اگر میرے محبوب حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی گلی میں تلوار چلے تو وہ میں ہوں گا جو سب سے پہلے اپنی جان قربان کروں گا۔"

آپ کے کلام کا مطالعہ کرنے والا شخص خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو اِس امر سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا کہ آپ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبّت کا دعویٰ کرنے والوں اور آپ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے والوں کی صف میں سب سے اوّل نمبر پر نظر آتے ہیں اور اِس زمانہ میں آپ کے عشق اور محبّتِ رسولؐ کی کوئی مثال پیش کرنی محال ہے۔

اس وفورِ محبّت کی وجہ سے آپ کو اپنے محبوب کی عزّت و عظمت کے خلاف ایک لفظ بھی سننا گوارا نہ تھا۔ اور اس سے آپ کو دلخراش تکلیف اور رُوح فرسا اذیّت پہنچتی تھی۔ چنانچہ آپ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کے خلاف کور چشم اور دریدہ دہن پادریوں کی شانِ رسول پاکؐ میں ہرزہ سرائیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میرے سب لڑکے بچے اور پوتے میرے انصار اور خدام میرے سامنے قتل کر دیئے جاتے اور میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جاتے اور میری آنکھوں کی پتلیاں نکال دی جاتیں اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاتا تو یہ سب کچھ مجھ پر اس توہین آمیز استہزاء سے زیادہ شاق نہ گزرتا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام عربی حصّہ)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور میں تشریف فرما تھے۔ دشمنِ اسلام و رسول صلے اللہ علیہ وسلم پنڈت لیکھرام آپ کو سلام کرنے آیا مگر آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔ اُس نے پھر سلام کیا مگر پھر بھی آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اِس پر آپ کے ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضور لیکھرام سلام کہتا ہے تو حضورؑ نے فرمایا کہ میرے آقاؐ کو تو گالیاں دیتا ہے اور مجھے سلام کہتا ہے۔

اللہ اللہ کیسا عشق ہے اپنے محبوب سے کہ آپ کی غیرت نے اس شخص کے سلام کا جواب دینا بھی پسند نہ کیا جو آپؑ کے محبوب کو گالیاں دے۔

آپ کی کُتب اور تحریرات اِس امر پر شاہد ناطق ہیں کہ آپ کے دِل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبّت و عشق کا ایک سمندر موجزن تھا۔ اور جب اس میں جوش آتا تھا تو کوئی چیز اس کی بلند

اور تیز موجوں کے سامنے نہ ٹھہر سکتی۔

پھر نہ صرف یہ کہ آپ کا دِل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے لبریز تھا بلکہ آپ نے اپنے آپ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اِس قدر فنا کر لیا تھا کہ آپ کی حیثیت یہ ہو گئی

" من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری "

اِس فنا کے نتیجہ میں آپ کو مقامِ مہدی معہود و مسیح موعود ملا اور آپ کو اُمتی نبوّت کا بلند مقام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت و محبّت کے طفیل عطا ہوُا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ سے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہُوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

آپؑ اپنے ایک عربی شعر میں رسول پاکؐ کو مخاطب کر کے یوں عرضگزار ہیں کہ سے

اِنِّیْ اَمُوْتُ وَلَا تَمُوْتُ مَحَبَّتِیْ
یُدْرٰی بِذِکْرِکَ فِی التُّرَابِ نِدَائِیْ

یعنی:۔ "اے میرے محبوب اگرچہ مَیں وفات پا جاؤں گا مگر میری محبّت ہمیشہ زندہ رہے گی اور اس پر کبھی موت طاری نہیں ہو گی۔ اور زمین پر پڑے ہوئے لوگوں کی جب آوازیں سُنائی دیں گی تو میری آواز تیرے ذکر سے شناخت کی جائیں گی۔ دوسرے لوگ تو اپنے اپنے دلبروں کے نام لے رہے ہوں گے مگر میری زبان پر تیرا نام ہو گا۔ اور وہ اے میرے پیارے محمدؐ۔ اے میرے محبوب محمدؐ اور اے میرے پیارے معشوق محمدؐ کا نعرہ بلند کر رہی ہو گی"!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

قائدین خدّام الاحمدیہ توجّہ فرمائیں

اکثر مجالس نے سالِ رواں میں ایک پیسہ بھی چندہ مرکز کو نہیں بھجوایا۔ مرکز کی مالی ضروریات اِس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ چندہ ماہ بماہ باقاعدگی کے ساتھ مرکز کو ارسال کیا جائے۔ تمام قائدین سے درخواست ہے کہ وصول شدہ رقوم جلد از جلد دفتر مرکزیہ میں جمع کروائیں۔ کوشش کریں کہ وصولی تدریجی بجٹ کے مطابق ہو۔

عبدالرشید غنی
مہتمم مال خدام الاحمدیہ مرکزیہ

نئے حسابی کلیات

مکرم ماسٹر امیر عالم صاحب آف لیہ ضلع مظفر گڑھ کی ایک کاوش پیشِ خدمت ہے جو حساب کے دو دُھیات کی دریافت سے متعلق ہے۔ ریاضی دان حضرات کو اس بارہ میں مزید دعوتِ فکر دی جاتی ہے۔ (ادارہ)

ایک تا دس اعداد

I	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
				۳۰						
II	۱	۲	۴	۸	۱۶	۳۲	۶۴	۱۲۸	۲۵۶	۵۱۲
				۲۴۸						
III	۱	۳	۷	۱۵	۳۱	۶۳	۱۲۷	۲۵۵	۵۱۱	۱۰۲۳

یہ نقشہ ایک سے دس اعداد تک ہے۔ اس کے مشمولہ اعداد کا مجموعہ حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل مزید اجزاء ذہن نشین ہوتے ہیں:۔

I۔ ا۔ جدول کے پہلے خانوں ۱ میں ایک سے دس تک مسلسل اعداد کی حاصل جمع معلوم کرنے کا طریق۔

ب۔ ۱ خانوں میں درمیانی مسلسل اعداد کا مجموعہ معلوم کرنے کا طریق۔

II جدول کے خانے ۲:۔

۲ کے خانوں میں ہر پچھلے خانہ کا عدد پہلے خانہ کے عدد سے دوگنا ہوتا چلا گیا ہے۔ ان خانوں کے عمل میں مندرجہ ذیل تین شاخیں حسابی عمل کی پیدا ہوتی ہیں:۔

اوّل :- ہر خانہ کی دوگنی شدہ رقم معلوم کرنے کا طریقہ ۔

دوم :- ۱۲ خانوں میں مسلسل اعداد کا مجموعہ معلوم کرنے کا عمل ۔

سوم :- ۱۲ خانوں میں درمیانی مسلسل اعداد خانہ کے مجموعہ کے حصول کا قاعدہ ۔

طریق عمل :-

جدول ہذا کے ۱۲ میں ایک عدد سے لیکر مسلسل اعداد کی حاصل جمع معلوم کرنے کے دو کلیے ہیں :-

کلیہ اوّل :- پہلا اور آخری عدد، دونوں کو جمع کرو اور حاصل جمع کو پہلے ۲ پر تقسیم کرو، پھر حاصل تقسیم کو آخری عدد سے ضرب دو۔ حاصل ضرب جواب ہوگا ۔

مثال ۱ ۔ ۱ تا ۱۰ ، آخری عدد ۱۰ پڑتال ۱ تا ۱۰

حل :- $\frac{۱+۱۰}{۲} \times \frac{۱۰}{۱} = \frac{۱۱}{۲} \times \frac{۱۰}{۱} = \frac{۱۱۰}{۲} =$ ۵۵ جواب } مجموعہ = ۵۵

مثال ۲ ۔ ۱ تا ۱۰۰

حل :- $\frac{۱۰۰+۱}{۲} \times \frac{۱۰۰}{۱} = \frac{۱۰۰ \times ۱۰۱}{۲} = ۵۰ \times ۱۰۱ = ۵۰۵۰$ جواب

پڑتال ۔ ۱ تا ۱۰۰ کی حاصل جمع ۵۰۵۰ ہوتی ہے ۔

مثال ۳ ۔ ۱ تا ۸۸۵

حل :- $\frac{۸۸۵+۱}{۲} \times ۸۸۵ = \frac{۸۸۵ \times ۸۸۶}{۲} = ۸۸۵ \times ۴۴۳ = ۳۹۲۰۵۵$

پڑتال ۔ مجموعہ ۳۹۲۰۵۵ ہوتا ہے ۔

نوٹ :- اِس قاعدے سے ایک عدد سے لیکر کسی مسلسل عدد تک کی حاصل جمع معلوم کی جا سکتی ہے۔ حل کرتے وقت یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ اعداد کے مجموعہ اور اعداد کی تعداد یعنی آخری عدد میں ایک عدد طاق ہوگا اور دوسرا جفت، جو ۲ پر تقسیم ہو جائے گا ۔

دوسرا طریق ۔ ایک عدد سے لیکر مسلسل اعداد کی جمع معلوم کرنا ۔

کلیہ دوم :- آخری عدد کے مربع میں آخری عدد جمع کر کے حاصل جمع کو ۲ پر تقسیم کر دو ۔

نوٹ :- پہلے کلیہ سے حل کردہ مثالیں ذیل میں دوسرے کلیہ سے حل کی جاتی ہیں ۔

مثال ۱ ۔ ۱ تا ۱۰

حل :- $\frac{۱۰ + ۱۰^{۲}}{۲} = \frac{۱۰ + ۱۰۰}{۲} = \frac{۱۱۰}{۲} = ۵۵$ جواب

مثال ۲ :- ۱ تا ۱۰۰

حل :- $\frac{۱۰۰ + ۱۰۰^{۲}}{۲} = \frac{۱۰۰ + ۱۰۰۰۰}{۲} = \frac{۱۰۱۰۰}{۲} = ۵۰۵۰$ جواب

مثال ۳ :- ۱ تا ۸۸۵

حل :- $\frac{۸۸۵ + ۸۸۵^{۲}}{۲} = \frac{۸۸۵ + ۷۸۳۲۲۵}{۲} = \frac{۷۸۴۱۱۰}{۲} = ۳۹۲۰۵۵$ جواب

بڑی رقموں کے سوال بھی مندرجہ بالا کلیات کی مدد سے بآسانی حل کئے جا سکتے ہیں۔ اِس وقت صرف دُو کلیات کا استعمال ہوُا ہے۔ علم الحساب بڑا وسیع علم ہے ممکن ہے اَور کلیات بھی اہلِ علم حضرات معلوم کرسکیں۔

اہلِ ذوق حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنی رائے سے بذریعہ رسالہ یا پتہ ذیل پر راقم الحروف کو آگاہ فرمائیں۔

ماسٹر امیر عالم ۲/۴۴ لیہ ضلع مظفر گڑھ

مجالس اپنے سابقہ معیار کو قائم رکھنے کی کوشش کریں

ایسی تمام مجالس جو کہ سال ۷۰-۱۹۶۹ء میں اپنا بجٹ سو فیصدی ادا کر کے سندِ امتیاز حاصل کر چکی ہیں ان کے قائدین سے درخواست ہے کہ اپنے سابقہ معیار کو قائم رکھنے کی ابھی سے کوشش کریں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ چندہ باقاعدگی سے وصول کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ مرکز کو ارسال کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مجالس کو یہ معیار قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور دوسری مجالس کو بھی اِن مجالس کے نیک نمونہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عبدالرشید غنی

مہتمم مال خدام الاحمدیہ مرکزیہ

حفظانِ صحت

ابتدائی طبّی امداد

(مکرم احمد حنیف صاحب ـ ربوہ)

جب کوئی شخص حادثاتی طور پر زخمی ہو جائے یا فوراً بیمار پڑ جائے تو عام طور پر ڈاکٹر کو بلانے میں کچھ وقت صرف ہو جاتا ہے۔ اس عرصہ میں یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ مریض کی جان بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ کیا جائے۔ اس وقت جلد از جلد اور عارضی طور پر جو احتیاطیں کی جاتی ہیں اُن کو ابتدائی طبّی امداد یا فرسٹ ایڈ کہتے ہیں۔

ابتدائی طبّی امداد کا کام جو کہ صرف ڈاکٹر کی آمد تک ہی ہوتا ہے مختلف صورتوں میں کچھ اس طرح کرنا چاہیئے۔

زخم سے خون بہنا

جب ایک آدمی کا خون جلد پر کٹاؤ پڑنے کی وجہ سے بہہ رہا ہو تو فوراً زخم کو ہاتھ سے دبا دینا چاہیئے اور چند منٹ بعد جب خون بند ہو جائے اوپر پلستر لگا کر خون روکے رکھنا چاہیئے۔ جب زخم گہرا آیا ہو تو سب سے پہلے خون کا رنگ دیکھا جائے۔

(ا) جب خون ہلکے رنگ یا شوخ سُرخ رنگ کا ہو تو اس کا مطلب ہے کوئی ورید کٹ گئی ہے اسلئے فوراً زخم اور دل کے درمیان کسی جگہ سے دبایا جائے تاکہ زخم کو خون کی فراہمی رُک جائے۔ بعد میں زخم سے ذرا اُوپر رومال وغیرہ کس کر باندھ دیا جائے۔

(ب) جب خون گہرے رنگ یا گہرے سُرخ رنگ کا ہو تو زخم سے نچلی طرف دباؤ ڈالا جائے کیونکہ ایسی صورت میں کوئی شریان کٹ گئی ہے رومال زخم سے کچھ نیچے باندھا جائے۔

ناک سے خون بہنا

ناک سے خون بہنے کی صورت میں مریض کو یا تو چارپائی پر اس طرح لٹایا جائے کہ چارپائی سر کی طرف سے اُونچی کی گئی ہو یا پھر آرام کرسی پر سر کو پچھلی طرف کر کے بٹھایا جائے۔ سر پر اور ناک پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے۔ یا کپڑوں کو تر کر کے سر پہ رکھا جائے۔

ٹانگ کا ٹوٹنا

ٹانگ ٹوٹنے کی صورت میں مریض کو فوراً بستر پر لٹا دیا جائے اور ہڈی کے ٹوٹنے کی جگہ پر دو تین لکڑی کی لمبی لمبی اور چوڑی کھپیاں کس کر رومال سے اس طرح باندھ دی جائیں کہ ٹانگ کے دونوں جوڑ جن کے درمیان سے ہڈی ٹوٹی ہے حرکت نہ کر سکیں اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کے دونوں کنارے زیادہ ہل جُل نہ سکیں۔

بجلی کا صدمہ

اگر آپ دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی بجلی لگنے کی وجہ سے ساتھ چمٹ گیا ہے تو سب سے پہلے بجلی کی رَو بند کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ بجلی کا کنکشن ٹوٹتے ہی مریض خود بخود علیحدہ ہو جائے۔ اگر بجلی کی رَو بند کرنا ممکن نہ ہو تو مریض کو تار سے الگ کرنے کے واسطے اپنے پاؤں میں کوئی بجلی کی غیر موصل یعنی جس میں سے بجلی نہ گزر سکتی ہو چیز رکھی جائے مثلاً ربڑ۔ لکڑی (سوکھی) یا کپڑے کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر یہ کوشش کی جائے۔
اس کے علاوہ ہاتھوں میں خالص ریشم کے دستانے پہن کر بھی یہ کام کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز میسّر نہ ہو تو پھر کسی لمبی لکڑی یا رسّی کی مدد سے مریض کو تار سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر کو بلانے کے لئے فوراً کوئی آدمی روانہ کیا جائے۔ مریض کو کھلی جگہ پر جہاں ہوا کی کافی آمدورفت ہو سیدھا لٹا دیا جائے کپڑے ڈھیلے کر دیئے جائیں۔ اگر مریض میں سانس لینے کے کوئی آثار نہیں تو پھر فوراً مریض کا مُنہ نیچے کر کے اُسے خشک جگہ پر لٹا دیا جائے اور ڈوبنے والے آدمی کی طرح اسے بھی مصنوعی تنفّس کی کوشش کی جائے اِس کام میں ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر نہیں ہونی چاہیئے اور اُس وقت تک جاری رکھیں جب تک زندگی کے آثار دوبارہ پیدا نہ ہو جائیں۔

جلنے کا زخم

اگر جسم کے کسی حصّے پر آگ کی وجہ سے جلنے کا نشان پڑ جائے تو فوراً جلے ہوئے حصّے کو کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے جو کہ جراثیم کُش دوائی میں بھگویا گیا ہو۔ اُس کے اُوپر کچھ روئی رکھ دی جائے مریض کو بہت تیز چائے یا گرما گرم کافی پینے کو دیا جائے۔

کپڑوں کو آگ لگنا

اگر کسی شخص کے کپڑوں کو آگ لگ جائے تو اُسے فوراً زمین پر لٹا دیا جائے اور اس پر کوئی گرم کمبل۔ کوٹ یا میز پوش وغیرہ جو سامنے ہو فوراً ڈال دیا جائے۔ اسے مریض کے اردگرد لپیٹا جائے۔ اِس طرح شعلوں پر قابو پا لیا جائے گا۔

اگر ایک آدمی کے کپڑوں کو اُس وقت آگ لگے جب وہ اکیلا ہو تو اُسے فوراً زمین پر لوٹ پوٹ ہونا چاہیئے۔ اُسے کھلی ہوا کی طرف بھاگنا نہیں چاہیئے۔
اگر جلنے سے زخم آ جائیں تو اُوپر بتائے گئے طریقے سے اُن کا علاج کیا جائے۔

زخمی ہونا

جب کوئی آدمی زخمی ہو جائے تو اس کا علاج زخم کی جگہ اور گہرائی کو دیکھ کر ہی کیا جاتا ہے۔

جہاں تک ابتدائی طبی امداد کا تعلق ہے زخم کی صورت میں وہ دو باتوں پر مشتمل ہوتی ہے:۔

(۱) زخم سے خون بند کیا جائے جیسا کہ شروع میں بتایا جا چکا ہے۔

(۲) زخم کو مٹی اور دوسری گندگی سے پاک رکھا جائے۔ اگر زخم سوکھا ہے تو صاف پانی اور صابن سے اسے دھو کر اوپر پٹی باندھ دی جائے۔ اور اگر زخم دوسری قسم کا ہے تو کسی جراثیم کش دوائی سے اسے اور اس کی اردگرد کی جلد کو صاف کیا جائے اور پھر پٹی کر دی جائے۔

اگر زخم سر۔ پیٹ یا چھاتی میں ہے تو پھر زخم کو دھونے کی کوشش نہ کی جائے۔ زخم پر کوئی پٹی باندھی جائے۔ اردگرد کی جلد صاف کر لی جائے اور مریض کو جتنی جلدی ممکن ہو ہسپتال پہنچایا جائے۔

مرگی کا دورہ پڑنا

یہ اعصابی نظام کی ایک بیماری ہے اس میں مریض کو شدید قسم کے دورے پڑتے ہیں۔ جب کسی آدمی کو مرگی کا دورہ پڑے تو اس کی چھاتی اور جسم کے تمام کپڑے ڈھیلے کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد مریض کی زبان کو بچانے کے لئے کوئی عمل کریں کیونکہ اس دورے میں مریض خود اپنے دانتوں سے اپنی زبان کاٹ لیتا ہے لہٰذا مریض کے دانتوں کے درمیان کارک یا اسی قسم کی کوئی دوسری چیز رکھی جائے۔ اس کے علاوہ مریض کی کلائیاں اور ٹخنے قابو میں رکھے جائیں تاکہ وہ ان کو اردگرد کی اشیاء سے نہ ٹکرائے۔

چوٹ لگنا

بعض اوقات کسی شخص کو گرنے یا چوٹ لگنے سے صرف صدمہ کی وجہ سے بے ہوشی ہو جاتی ہے اور بیرونی چوٹ کوئی نہیں آتی۔ جب کوئی ایسی صورت درپیش ہو تو مریض کو جلد از جلد بستر پر لٹا دیا جائے۔ اور گرم کمبلوں میں اسے لپیٹ دیا جائے۔ پاؤں پر گرم پانی کی بوتلیں بھی استعمال کی جا سکتی ہیں۔ جلد سے جلد طبی امداد کا انتظام کیا جائے۔

مختلف اشیاء کا نگلنا

بعض اوقات چھوٹے چھوٹے بچے بلکہ کئی دفعہ تو بڑے بھی کوئی چیز منہ میں ڈال لیتے ہیں اور پھر وہ بے خیالی میں نگلی جاتی ہے۔

اگر تو نگلی جانے والی چیز کوئی نوکدار ہو مثلاً سوئی وغیرہ تو مریض کو فوراً ہسپتال پہنچایا جائے اور اسے کوئی دوائی اپنی طرف سے کھانے کو نہ دی جائے لیکن اگر نگلی جانے والی چیز گول اور چھوٹی ہے مثلاً بٹن یا چھوٹے چھوٹے سکے تو پھر زیادہ فکر کی ضرورت نہیں۔

(باقی ۴۳ پر)

مجالس خدام الاحمدیہ میدان عمل میں

غانا (مغربی افریقہ) میں خدام کا اجتماع

گزشتہ دنوں غانا کے ٹیچیمان برانگ اہافو ریجن میں خدام الاحمدیہ کا اجتماع منعقد ہوا جو مرکز کے اجتماع کے طرز پر ہوا۔ خدام مخصوص یونیفارم میں شامل ہوئے۔ اجتماع میں پانچ نمازوں کے علاوہ تہجد باجماعت۔ درس علمی مجالس اور ورزشی مقابلے کروائے گئے اور تمام خدام نے پروگرام کو بہت دلچسپ پایا۔

غانا کی جماعتوں کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ملک کی تمام مجالس کے لئے مخصوص یونیفارم میں شرکت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

تربیتی کلاس حلقہ مصطفےٰ آباد لاہور

مورخہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۷۰ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ حلقہ مصطفےٰ آباد لاہور کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔ تربیتی کلاس کا پروگرام اور افطار پارٹی کا دعوت نامہ سائیکلوسٹائل کروا کر حلقہ کے ۱۰۲ احباب کو (جن میں خدام و اطفال کے علاوہ انصار اللہ بھی شامل تھے) بھجوایا گیا۔ غیر از جماعت اصحاب کو بھی مدعو کیا گیا۔

پروگرام نماز فجر تا مغرب جاری رہا۔ کل چار اجلاس ہوئے۔ اجلاس اوّل محترم خواجہ محمد اکرم صاحب کی زیر صدارت ہوا۔ تلاوت قرآن پاک، خدام الاحمدیہ کا عہد دُہرانے اور نظم کے بعد صاحب صدر نے "خلافت سے وابستگی اور اطاعت" پر تقریر فرمائی۔ اجلاس دوم محترم شیخ لطیف الرحمٰن صاحب صدر حلقہ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ صاحب صدر نے "سورہ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات کی اہمیّت" پر تقریر فرمائی بعدہٗ ایک خادم ناصر محمود صاحب تنویر نے "اختلافی مسائل" کے موضوع پر ایک گھنٹہ تک تقریر کی۔ بعد ازاں بیت بازی کا انتہائی دلچسپ پروگرام ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ پھر ایک بجے تا ڈیڑھ بجے بعد دوپہر نماز ظہر و عصر جمع کر کے باجماعت ادا کی گئیں۔ اجلاس سوم محترم خواجہ حمید اسلم صاحب ڈویژنل قائد کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس میں تلاوت و نظم کے بعد "حضرت مسیح موعودؑ کا عشقِ رسولؐ" کے موضوع پر مجلس مذاکرہ کا پروگرام تھا جس میں سات خدام نے حصّہ لیا۔ ممتاز احمد صاحب ظفر اوّل قرار پائے

بعدہٗ "سوالات کے جوابات" کے پروگرام میں صاحبِ صدر نے سامعین کے سوالات کے جواب دیئے اسکے بعد انہوں نے "اطاعتِ امیر اور خدام الاحمدیہ" کے موضوع پر ایک پُر مغز تقریر کی۔ اجلاس چہارم محترم مجیب الرحمٰن صاحب ورّد قائد مقامی مجلس لاہور کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ ایک طفل عبد اللطیف نے "اطفال الاحمدیہ کی ذمہ داریاں" کے موضوع پر تقریر کی۔ بعدہٗ محترم قائد صاحب موصوف نے خدام و اطفال میں انعامات تقسیم کئے۔ آخر میں انہوں نے مجلس حلقہ مصطفےٰ آباد لاہور کی مساعی پر اظہارِ خوشنودی فرماتے ہوئے خدام کو سال کے آخر تک اسی طرح اپنی مساعی کو جاری رکھنے کی نصیحت فرمائی۔

حلقہ ہذا کی طرف سے تمام احبابِ حلقہ کو افطار پارٹی دی گئی۔ اِس تقریبِ سعید کا اختتام باجماعت نماز مغرب ادا کرنے کے ساتھ ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اِن حقیر کوششوں میں برکت ڈالے اور انہیں شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین۔

(زعیم حلقہ مصطفےٰ آباد۔ لاہور)

وقارِ عمل مجلس خدام الاحمدیہ تلونڈی راہوالی

مورخہ ۲۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو مجلس خدام الاحمدیہ تلونڈی راہوالی نے بعد نماز مغرب لالٹینوں کی روشنی میں ڈیڑھ گھنٹہ تک وقارِ عمل کر کے ۱۳۸۵ مکعب فٹ مٹی ڈال کر جی ٹی روڈ سے بستی کو آنے والے ایک ایسے راستے کو مرمّت کیا جو گندے پانی اور برسات کا پانی جمع ہو جانے کی وجہ سے ناقابلِ استعمال ہو گیا تھا۔ غیر از جماعت احباب خدام کی اِس مساعی سے بہت متاثر ہوئے اور اسے بہت سراہا۔ مکرم جناب میراللہ بخش صاحب تسنیم پریذیڈنٹ جماعتِ احمدیہ راہوالی بھی اپنے انصار رفقاء کے ہمراہ تشریف لائے اور خدام کی مناسب رہنمائی فرمائی۔

(عبد الخالق قائد مجلس خدام الاحمدیہ راہوالی)

ابتدائی طبّی امداد

(بقیّہ صفحہ ۱۴)

اگر مریض کو فوراً ہسپتال وغیرہ لے جانے کے لئے عارضی سٹریچر کا انتظام کرنا پڑے تو ایک کوٹ لے کر اُسے اُلٹا کیا جائے اور اس کے اندر کی طرف دو چھڑیاں ڈال لی جائیں اور اُوپر مریض کو ڈال لیا جائے۔ اِس کے علاوہ چھوٹے دروازے یا کھڑکی کو بھی عارضی سٹریچر کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۵) عالمگیر زبانوں کے اجلاس کے دوسرے حصّہ کی صدارت مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اوّل تحریک جدید انجمن احمدیہ نے فرمائی۔ آخر میں صدرِ اجلاس نے اجتماعی دعا کرائی اور اڑھائی گھنٹہ کا یہ دلچسپ اور ایمان افروز اجلاس جس میں اندازاً تین ہزار احباب اوّل تا آخر دلجمعی سے شریک رہے بخیر و خوبی

غیر ملکی مہمانوں کے اعزاز میں دعوتِ استقبالیہ

(بقیہ صفحہ ۸)

آپؐ کی محبّت ڈالنے اور کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے اور ہر قوم کے اس چشمہ سے پانی پینے کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب پیشگوئیاں خود ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہوئیں اور آج کا عالمگیر اجلاس بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے آپ نے تقریر کے آخر میں تحریکِ جدید کے جہاد میں بڑھ چڑھ کر شریک ہونے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر احمدی کو ثواب کے ان مواقع سے پورا فائدہ اُٹھا کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے۔

محترم صدر صاحب کی تقریر کے بعد تنزانیہ کے مکرم محمد عبدی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نظم "ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے" ترنم کے ساتھ پڑھ کر سُنائی اور ہزاروں احباب سے دادِ تحسین پائی۔ اس کے بعد مکرم ڈاکٹر عبد الہادی کیوسی صاحب مترجم قرآن بزبان اسپرانٹو نے احباب سے اپنے قادیان اور ربوہ کے دَورہ کے تأثرات بیان کئے اور خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان دَوروں کے ساتھ بیشمار ناقابلِ بیان رُوحانی کیف و سرور کے تجربات حاصل ہوئے اور مراکزِ احمدیت سے فیض پانے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت و محبّت سے وافر حصّہ پانے کی خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ مکرم ڈاکٹر کیوسی صاحب نے اپنی تقریر کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا تعالیٰ اسے قبول کرے گا اور اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ عنقریب اسے ملکِ عظیم دیا جائے گا" کا جرمنی، اٹیلین اور اسپرانٹو زبان میں ترجمہ سُنایا۔

ڈاکٹر کیوسی صاحب کے بعد مکرم ڈاکٹر محمد علی صاحب وانگ نے الہام "مَیں تجھے زمین کے کناروں تک عزّت کے ساتھ شہرت دوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا اور تیری محبّت دلوں میں ڈالوں گا" کا چینی زبان میں ترجمہ سُنایا۔ ان کے بعد نائیجیریا سے آنیوالے بھائی مکرم الحاج ابوبکر صاحب نے پُرجوش انداز میں انگریزی میں تقریر کی جس کا ساتھ ساتھ اُردو ترجمہ مکرم الحاج شیخ نصیر الدین احمد صاحب نے کیا۔ الحاج ابوبکر صاحب نے کہا کہ احمدیت قبول کرنے سے قبل وہ متضاد اور ناقص تصوّرات میں گھرے ہوئے تھے۔ احمدیت کی تعلیم نے ان کے اندر ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ مجھے بیکاری کی وجہ سے ایک لمبا عرصہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ عجیب خدائی تصرف ہوا کہ جب باقاعدہ تحقیق و مطالعہ کے نتیجہ میں مَیں نے احمدیت میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا اور بیعت فارم پُر کر دیا تو اس سے اگلے دن ہی مجھے ایک اچھی ملازمت مل گئی اور میری پریشانی جاتی رہی۔ اور آج خدا تعالیٰ کا مجھ پر یہ انتہائی فضل ہے کہ مجھے قادیان کے علاوہ ربوہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوگیا اور آج آپ جیسے

پیارے بھائیوں کے درمیان کھڑا ہوا۔ آپ نے کہا کہ قادیان اور ربوہ میں مجھے آپ کے اتنے پیار اور تپاک اور محبت سے اتنا وافر حصہ ملا ہے کہ مجھے خود اپنا گھربار بھول گیا ہے۔ مجھے یہاں پر سب اپنے نائیجیرین ہموطن ہی نظر آتے ہیں یا پھر میں خود کو پاکستانی محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے "آگے بڑھو" سکیم جاری فرما کر مغربی افریقہ کی اقوام پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ یہ اسکیم افریقہ کے مستقبل کو درخشندہ بنانے کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ مکرم الحاج ابوبکر صاحب اپنے ہموطنوں کی طرف سے ان تمام بھائیوں کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس فنڈ میں حصہ لیا۔ جناب ابوبکر صاحب کی تقریر کے دوران پُرجوش اسلامی نعرے گونجتے رہے۔ آخر میں آپ نے الہام "ہر ایک قوم اِس چشمہ سے پانی پئے گی اور پھولے گی یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گی"۔ کا یوروبا زبان میں ترجمہ سنایا۔

اس کے بعد ہالینڈ سے آئے ہوئے ڈچ بھائی مکرم عبدالعزیز صاحب فرہیگن نے خطاب کیا اور قادیان اور ربوہ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور ہر جگہ اپنے احمدی بھائیوں کی محبت اور عقیدت کو سراہا۔ آپ نے الہام "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کا ڈچ زبان میں ترجمہ کیا۔ پھر مکرم محمد عثمان صاحب چینی نے اردو زبان میں چینیوں میں تبلیغِ اسلام کے موضوع پر ایمان افروز تقریر کی۔ آپ کئی سال تک سنگاپور میں احمدی مبلغ کے طور پر کام کرنے کے بعد حال ہی میں واپس مرکز تشریف لائے ہیں۔ آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں دعا کی کہ چینی قوم نہیں صرف اقتصادی فائدہ ہی نہ پہنچائے بلکہ خدا کرے کہ وہ ہم سے اسلام کی سنہری تعلیم اور روحانیت سیکھنے والی ثابت ہو۔ اس پر سارے مجمع نے بلند آواز سے آمین کہا۔ آپ کی تقریر کے بعد تنزانیہ کے مکرم آدم صاحب نے انگریزی زبان میں تنزانیہ کے ملک میں احمدیت کے موضوع پر تقریر کی جس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی بابرکت تحریر "سو اے سننے والو سنو ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا" کا گریبائی زبان میں ترجمہ سنایا۔ دوسرے مقررین میں مکرم مبشر الاسلام صاحب آف انڈونیشیا نے سونڈانی زبان، مکرم سفنی ظفر احمد صاحب نے مینانگ زبان، مکرم صوفی عبدالغفور صاحب نے ترکی زبان، مکرم محمد علی صاحب نے یوگنڈا کی لوسا کا اور ری نیورے زبانوں میں، مکرم شمس الدین صاحب آف ماریشس نے کریول زبان، مکرم سیوطی عزیز صاحب نے بونس زبان، مکرم اسلم ایاز صاحب نے فرانسیسی زبان، مکرم احمد سعید صاحب نے فانٹی زبان، مکرم صالح محمد صاحب نے عربی زبان، مکرم یوسف یاسین صاحب نے اشانٹی زبان، مکرم محمد سعید انصاری صاحب نے ملائی زبان، مکرم غلام احمد صاحب فرخ نے سندھی زبان، مکرم لئیق احمد صاحب طاہر نے انگریزی زبان، مکرم کیپٹن احمد ایاز خان صاحب نے ہنگیرین، پولش اور چیکوسلواکین زبانوں میں، مکرم روشن دین صاحب نے پنجابی زبان میں شامل ہیں۔

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

مشرقی پاکستان میں سیلاب زدہ علاقہ میں خدام الاحمدیہ کی مساعی

مشرقی پاکستان میں حالیہ طوفان کی اطلاع آنے پر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے چٹاگانگ کی قیادت علاقائی کو بذریعہ تار ہدایت کی گئی کہ وہ حکومت کے افسران کو ریلیف کے کام کے لئے اپنی خدمات پیش کریں۔ چنانچہ چٹاگانگ مجلس کی طرف سے چھ خدام پر مشتمل ایک وفد کھانے کا سامان، کپڑے اور ۳۰۰/- روپے لے کر سندیپ گیا اور متاثر احباب کی مدد کی۔

بعدہٗ قیادت ضلع ڈھاکہ کو بھی بذریعہ تار ہدایت دی گئی کہ حکومت کے افسران کو خدام کی خدمات پیش کریں۔ نیز سندربن کے علاقہ میں صوبائی امیر صاحب کے مشورہ سے ریلیف کے کام کے لئے کوئی ایریا منتخب کریں۔ چنانچہ اُن کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی کہ نئے اور پُرانے کپڑے، برتن اور کچھ روپیہ اکٹھا کر کے انہوں نے سندربن کے احمدیوں کے لئے بھجوایا۔ اِس ضمن میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے امیر صاحب صوبائی کی وساطت سے ایک ہزار روپیہ بطور امداد اس ریلیف کام کے لئے بھجوایا گیا۔ (معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

Digitized By Khilafat Library Rabwah
خیالِ خاطرِ احباب
عزیز احباب کی خاطر مدارات، ہماری تہذیبی روایات کا
قیمتی سرمایہ ہے۔ مہمان نوازی کی روایات کو برقرار
رکھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مہمانوں کی خدمت میں شیزان
پیش کیجئے۔ شیزان تازہ پھلوں کا رس، مزیدار بھی ہے
اور صحت بخش بھی!
مالٹا۔ آم۔ سیب۔ انار۔ آلو بخارا اور لیمونیٹا
قدرتی ذائقوں میں دستیاب ہے۔
شیزان
مہمان یا میزبان ـــ سب کی پسند شیزان!
شیزان انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ ـــ لاہور
ORIENT